اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
علم تفسیر میں
امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کی خدمات
مصنف
علامہ مولانا
حضرت محمد عطاء النبی حسینی مصباحی
بریلی شریف
بیاد
شیخ القرآن والحدیث پاسبان مسلک رضا
حضرت پیر علامہ مولانا الحاج ابو محمد محمد عبد الرشید رضوی قادری رحمۃ اللہ علیہ
آستانہ عالیہ سمندری شریف
باہتمام
محمد شرافت علی قادری رضوی
رضا اسلامک ریسرچ سنٹر سمندری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اشاعت خاص صد سالہ عرس امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

علم تفسیر میں
امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
کی خدمات

مؤلف

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابو العلائی
مدیر سہ ماہی "سنی پیغام" نیپال

زیر سرپرستی

تصویر نائب محدث اعظم پاکستان

صاحبزادہ پیر ابو الحسن محمد غوث رضوی صاحب

سجادہ نشین آستانہ عالیہ سمندری شریف (پاکستان)

اہتمام

محمد شرافت علی قادری رضوی

مہتمم: جامعہ حنفیہ کرول سمندری (پاکستان)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں!

نام کتاب — علم تفسیر میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمات

تالیف ...... محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابوالعلائی

نظر ثانی — محمد اظہار النبی حسینی ابوالعلائی

استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور، اعظم گڑھ

پسند فرمودہ ...... امین فکر رضا پیر علامہ محمد حامد سرفراز قادری رضوی

خصوصی تعاون — مرزا محمد سعید رضوی، مرزا محمد وحید رضوی، قاری محمد احمد رضا

بااہتمام — محمد شرافت علی قادری رضوی 0344-8672550

چیئرمین رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری

تاریخ اشاعت — ۲۵ صفر المظفر ۱۴۴۰ ہجری

صفحات ۴۸

تعداد ۱۱۰۰

کمپوزنگ — مولانا محمد علاء الدین امنؔ رضوی

ناشر — رشد الایمان فاؤنڈیشن سمندری (پاکستان)

ملنے کے پتے

- ...... جامعہ حنفیہ ۷ ۴۳ کرول گ۔ب سمندری (پاکستان)
  فون نمبر: 0344-8672550
- ...... ادارہ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل ۲۵ جاپان منشن ریگل صدر رضا چوک کراچی (پاکستان) 021-32725150

نوٹ: اِس کتاب کی پروف ریڈنگ انتہائی احتیاط سے کی گئی ہے اگر پھر بھی کوئی لفظی غلطی نظر آئے تو اطلاع فرما کا شکریہ کا موقعہ دیں۔ تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اُس کی تصحیح کی جا سکے۔

(ادارہ)

برائے ایصالِ ثواب

صوفی محمد علم الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، مرزا محمد افضل قادری رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک نابغہ روز گار اور فقید المثال شخصیت کا نام ہے جس کا اعتراف نہ صرف اپنے بلکہ بیگانے بھی کرنے پر مجبور ہیں اور کیوں نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو چودھویں صدی کا مجدد بنا کر بھیجا، ہر فن میں درجہ کمال پر فائز فرمایا اور کثیر علوم میں ملکہ عطا فرمایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے جس فن پر بھی قلم اٹھایا اس کا پورا پورا حق ادا کیا اور دیکھنے والوں کو کہنا پڑا جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں۔

انہی سمتوں میں سے ایک سمت اور انہی علوم میں سے ایک علم "علم تفسیر" بھی ہے جس پر آپ نے لکھا اور خوب لکھا۔ اس وقت راقم کا موضوع قلم "علم تفسیر میں اعلیٰ حضرت کی خدمات" ہے لیکن اس سے قبل تفسیر کی تعریف، اس کا فائدہ، غرض و غایت، موضوع اور مفسر کے لیے لازم وضروری علوم کا ذکر پیش خدمت ہے تا کہ موضوع کے متعلق تحریر کے افہام وتفہیم میں آسانی ہو۔

تفسیر کا لغوی معنیٰ:

تفسیر کا لغوی معنی واضح کرنا، کھول کر بیان کرنا، وضاحت کرنا، مراد بتانا اور بے حجاب کرنا کے ہیں۔ جیسا کہ کتب لغت سے واضح ہے۔

تفسیر کا اصطلاحی معنیٰ:

تفسیر سے مراد قرآن مجید کے معانی کی تشریح وتوضیح ہے۔ جیسا کہ ابو حبان فرماتے ہیں:

"علم يبحث فيه عن كيفية النطق بألفاظ القرآن ومدلولاتها وأحكامها الإفرادية والتركيبية ومعانيها التي تحمل عليها حالة التركيب وتتمات لذلك." (الاتقان، ج:۲،ص:759)

''یعنی تفسیر ایسا علم ہے جس میں الفاظ قرآن کی کیفیتِ نطق، ان کے مدلولات، ان کے مفرد و مرکب ہونے کے احکام، حالتِ ترکیب میں ان کے معانی اور ان کے تتمات سے بحث کی جاتی ہے۔''

امام زرکشی تفسیر کی تعریف یوں بیان فرماتے ہیں:

" التفسير علم يفهم به كتاب الله المنزل على نبيه محمد ﷺ وبيان معانيه واستخراج أحكامه وحِكَمه واستمداد ذلك من علم اللغه والنحو والتصريف وعلم البيان وأصول الفقه

والقراءات ويحتاج لمعرفه أسباب النزول والناسخ والمنسوخ."(ایضاً،ص:760)

یعنی تفسیر ایسا علم ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی وہ کتاب سمجھی جاتی ہے جسے اس نے اپنے نبی محمد ﷺ پر نازل فرمائی اور جس کے ذریعہ کتاب اللہ کے معانی کا بیان، اس کے احکام کا استخراج اور اس کی حکمتیں معلوم ہوں اور اس میں علم لغت، علم نحو، علم صرف، علم بیان، علم اصول فقہ اور علم قراءت سے مدد حاصل کی جاتی ہے اور اس کی معرفت کے لیے اسباب نزول اور ناسخ و منسوخ کے علم کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔

مختصر یہ کہ تفسیر وہ علم ہے جس میں طاقت انسانی کے مطابق قرآن پاک کے ان معانی اور مطالب کو بیان کیا جاتا ہے، جو اللہ تعالیٰ کی مراد ہیں۔

فائدہ اور غرض و غایت:

علم تفسیر کا فائدہ قرآن مجید کے معانی کی معرفت اور اس کی غرض و غایت سعادتِ دارین ہے۔

موضوع:

آیاتِ قرآنیہ اس حیثیت سے کہ ان کے مطالب و مقاصد بیان کیے جائیں۔

مفسر کے لیے ضروری علوم:

جلال الملۃ والدین حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ مفسر اس وقت تفسیرِ قرآن لکھنے اور بیان کرنے کا حق رکھتا ہے جب وہ کم از کم درج ذیل علوم پر ضروری دسترس رکھتا ہو ورنہ وہ تفسیر نہیں تحریفِ قرآن کا مرتکب ہوگا:

"علم اللغه، علمِ نحو، علمِ صرف، علمِ اشتقاق، علمِ معانی، علمِ بیان، علمِ بدیع، علمِ قرأت، علمِ اصولِ دین، علمِ اصولِ فقه، علمِ اسبابِ نزول، علمِ قصص القرآن، علمِ حدیث، علمِ ناسخ و منسوخ، علمِ محاوراتِ عرب، علمِ تاریخ اور علمِ اللدنی"۔ (الاتقان فی علوم القرآن، علامه جلال الدین سیوطی، ج:۲، ص:772،771، ناشر: مؤسسة الرساله)

نیز زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن کے ترجمہ میں "اصول ترجمہ قرآن" کے تحت مفسر کے

لیے ضروری علوم کے تعلق سے علامہ غلام نصیر الدین صاحب قبلہ لکھتے ہیں :

" علماے اسلام نے مفسر کے لیے درج ذیل علوم میں مہارت لازمی قرار دی ہے:

(۱) لغت (۲) صرف (۳) نحو (۴) بلاغت (۵) اصول فقہ (۶) علم التوحید (۷) قصص (۸) ناسخ و منسوخ (۹) علم وہبی (۱۰) اسبابِ نزول کی معرفت (۱۱) قرآن کریم کے مجملا ور مُبہَم کو بیان کرنے والی احادیث ۔ (زبدۃ الاتقان فی علوم القرآن مترجم، ص: 44)

درج بالا شرط میں مذکور علوم کو ذہن میں رکھ کر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی حیات کا مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کی ذات میں مفسرانہ صلاحیتیں موجود تھیں کیونکہ رب قدیر نے آپ کو بے شمار محاسن و کمالات سے نوازا تھا، اور آپ کو کثیر علوم وفنون سے سرفراز فرمایا تھا، آپ نے خود اپنی کتاب "الاجازات المتینہ" میں خود کو حاصل شدہ پچپن علوم کا ذکر فرمایا جو درج ذیل ہیں :

" (۱) علم القران (۲) حدیث (۳) اصول حدیث (٤) فقہ حنفی (٥) کتب فقہ جملہ مذاہب (٦) اصولِ فقہ (٧) جدل مہذب (٨) علم تفسیر (٩) عقائد و کلام (١٠) نحو (١١) صرف (١٢) معانی (١٣) بیان (١٤) بدیع (١٥) منطق (١٦) مناظرہ (١٧) فلسفہ (١٨) تکسیر (١٩) ہیات (٢٠) حساب (٢١) ہندسہ (٢٢) قرأت (٢٣) تجوید (٢٤) تصوف (٢٥) سلوک (٢٦) اخلاق (٢٧) اسماء الرجال (٢٨) سیر (٢٩) تاریخ (٣٠) لغت (٣١) ادب معہ جملہ فنون (٣٢) ارثما طیقی (٣٣) جبر و مقابلہ (٣٤) حساب سینی (٣٥) لوگارثمات (٣٦) توقیت (٣٧) مناظرہ مرایا (٣٨) علم الاکر (٣٩) زیجات (٤٠) مثلث کروی (٤١) مثلث سطح (٤٢) ہیاۃ جدیدہ (٤٣) مربعات (٤٤) جفر (٤٥) زائرچہ (٤٦) نظم عربی (٤٧) نظم فارسی (٤٨) نظم ہندی (٤٩) نثر عربی (٥٠) نثر فارسی (٥١) نثر ہندی (٥٢) خط نسخ (٥٣) نستعلیق (٥٤) تلاوت مع تجوید (٥٥) علم الفرائض"۔ (الاجازات المتینہ، دعوت اسلامی، ص: ۴۱-۳۴)

یہ تو امام اہل سنت نے خود اپنے قلم سے مذکورہ علوم وفنون کا ذکر فرمایا لیکن بعد میں ان علوم وفنون کی مختلف شاخیں قائم ہوئیں جن کے پیش نظر ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری صاحب نے ۷۱ علوم وفنون شمار کرائے ۔ چناں چہ ڈاکٹر صاحب علوم امام کی تعداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' ایسے تمام علوم وفنون جن پر امام احمد رضا کو مکمل عبور حاصل تھا جدید تحقیق کے مطابق ان کی تعداد تقریباً ۷۱ رہے ان میں کئی علوم تو ایسے ہیں کہ دور جدید کے بڑے بڑے

محققین اور ماہرین ان کے ناموں سے بھی آگاہ نہ ہوں گے۔''

(۱) علم القران (۲) علم تفسیر (۳) حدیث (٤) اصول حدیث (٥) فقہ حنفی (٦) کتب فقہ شافعی و مالکی و حنبلی (۷) اصولِ فقہ (۸) جدل مہذب (۹) علم العقائد والکلام (۱۰) علم نحو (۱۱) علم صرف (۱۲) علم معانی (۱۳) علم بیان (۱٤) علم بدیع (۱٥) علم منطق (۱٦) علم مناظرہ (۱۷) علم فلسفہ مدلسہ (۱۸) ابتدائی علم تکسیر (۱۹) علم ہیئت (۲۰) علم حساب (۲۱) ابتدائی علم ہندسہ (۲۲) قرأت (۲۳) تجوید (۲٤) تصوف (۲٥) سلوک (۲٦) اخلاق (۲۷) اسماء الرجال (۲۸) سیر (۲۹) تاریخ (۳۰) لغت (۳۱) ادب (۳۲) ارثماطیقی (۳۳) جبر ومقابلہ (۳٤) حساب سینی (۳٥) لوگارثمات (۳٦) علم التوقیت (۳۷) مناظرہ مرایا (۳۸) علم الاکر (۳۹) زیجات (٤۰) مثلث کروی (٤۱) مثلث سطح (٤۲) ہیاۃ جدیدہ (٤۳) مربعات (٤٤) جفر (٤٥) زائرچہ (٤٦) نظم عربی (٤۷) نظم فارسی (٤۸) نظم ہندی (٤۹) نثر عربی (٥۰) نثر فارسی (٥۱) نثر ہندی (٥۲) خط نسخ (٥۳) نستعلیق (٥٤) تلاوت مع تجوید (٥٥) علم الفرائض (٥٦) علم طبعیات (٥۷) علم صوتیات (٥۸) علم نور (٥۹) علم کیمیا (٦۰) علم طب (٦۱) علم ادویہ (٦۲) علم معاشیات (٦۳) علم اقتصادیات (٦٤) علم تجارت (٦٥) علم شماریات (٦٦) علم ارضیات (٦۷) علم جغرافیہ (٦۸) علم سیاسیات (٦۹) علم بین الاقوامی امور (۷۰) معدنیات (۷۱) علم اخلاقیات۔'' (فیضان اعلیٰ حضرت، ص:452،453)

اور علامہ سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آپ کو حاصل شدہ علوم وفنون کی تعداد کی تحقیق کی تو اس کی تعداد بڑھ کر ۱۰۵ رتک پہنچ گئی جیسا کہ ڈاکٹر سراج احمد بستوی صاحب نے اپنی کتاب ”امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری“ میں علامہ سید ریاست علی قادری کی تحریر کا اقتباس یوں نقل کیا:

''امام احمد رضا نے ایک ہزار کے لگ بھگ کتب و رسائل تصنیف کیے ،جن میں 105 سے زائد علوم کا احاطہ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فقہ کی سینکڑوں کتابوں پر حواشی لکھے جو ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ کثرت تصانیف اور متنوع علوم پر انہیں جو فوقیت حاصل تھی اس کی نظیر نہیں ملتی۔

راقم الحروف (سید ریاست علی قادری) ''کنزُ العِلم'' کے نام سے ایک کتاب شائع کرنا چاہتا ہے، جس میں 105 علوم وفنون پر تبصرہ وتعارف پیش کیا جائے گا جس کی تفصیل یہ ہے:

(1) علم القرآن (2) قرأت (3) تجوید (4) تفسیر (5) علم حدیث (6) تخریج (7) فقہ (8) علم الکلام (9) علم العقائد (10) علم البیان (11) علم المعانی (12) علم المناظرہ

(13)فتویٰ نویسی (14)سیرت نگاری(15)فلسفہ(16)منطق (17)تنقیدات (18)فضائل ومناقب (19)ادب (20)شاعری(21)نثر نگاری (22)حاشیہ نگاری (23) اسماء الرجال(24)علم الاخلاق (25)روحانیت (26)تصوف (27)سلوک(28)تاریخ وسیر(29)جدول (30)صرف ونحو(31)بدیع (32) علم الانساب (33)علم الفرائض (34)ردات (35)پندو نصائح (36) مکتوبات(37)ملفوظات (38)خطبات (39) جغرافیہ (40)تجارت (41)شماریات (42)صوتیات (43)مالیات (44)اقتصادیات (45)معاشرت (46)طبعیات (47)معاشیات (48)ہیئت (49) کیمیا (50)معدنیات (51)فلکیات (52)نجوم (53)جفر (54)ارضیات (55)تعلیم وتعلم (56)علم الحساب(57)زیجات (58)زائرچہ(59)تعویذات (60)طب (61)ادویات (62)لسانیات (63) رسم الخط (64)جرح و تعدیل (65)ورد و اذکار (66)ایمانیات (67) تکسیر (68)توقیت (69)اوفاق (70)علم ریاضی (71)بنکاری (72) زراعت(73)تاریخ گوئی (74)سیاسیات (75)علم الاوقات (76)ردِّ موسیقی (77) قانون (78)تشریحات (79)تحقیقات (80)علم الادیان (81)ماحولیات (82)علم الایام (83)تعبیر (84)عروض و قوانی (85)علم البر والبحر (86)علم الاوزان (87)حکمت (88) نقد ونظر (89)تعلیقات (90)موسمیات (91)شہریات (92)علم المناظر(93)نفسیات (94)صحافت (95)علم الاموال (96)عملیات (97)علم الاحکام (98)علم النور(99)ما بعد الطبعیات (100)عمرانیات (101)علمِ رمل (102)لغت (103)استعارہ (104)حیاتیات (105)نباتات اور بے شمار دوسرے علوم۔''

(امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری از ڈاکٹر سراج احمد بستوی مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور ص59 تا64)

درج بالا علوم وفنون جن پر اعلیٰ حضرت کو کامل دسترس تھی اور اس پر آپ کی چھوٹی بڑی تقریباً ایک ہزار سے زائد تصانیف شاہد عادل ہیں ،ان تصنیفات میں آپ نے ایسی ایسی نادر و نایاب تحقیق پیش کی ہیں جسے دیکھ کر بڑے بڑے محققین و ماہرین فن نے اس کا برملا اعتراف کیا کہ آپ کو ہرفن پر کامل عبور حاصل تھا۔ نیز مذکورہ علوم وفنون کے پیش نظر یہ عقدہ حل ہو جاتا ہے کہ امام اہل سنت کی ذات جہاں محدث ،مفتی ،فقیہ وغیرہ وغیرہ تھی وہیں مفسر بھی تھی کیوں کہ ایک مفسر کے لیے جن علوم پر عبور لازم ہے ان تمام علوم پر آپ کو کامل دسترس تھا۔ ہاں ! اب رہ گئی

بات کہ تفسیر میں امام اہل سنت نے کوئی یادگار چھوڑی ؟

تو اس بات کی وضاحت کر دیا جانا ضروری ہے کہ مجددِ اعظم امام احمد رضا نے قرآن کریم کی تفسیر لکھنے کی ابتدا کر دی تھی اور تفسیر اس انداز میں فرما رہے تھے کہ دس بارہ جلدوں میں تفسیر مکمل ہوتی لیکن افسوس یہ کام مکمل نہ ہو سکا اور اس طرح ایک گراں مایہ تفسیر سے اہل سنت مستفید ہونے سے رہ گئی جیسا کہ صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی فرماتے ہیں :

''ترجمہ کے بعد میں نے چاہا تھا کہ اعلیٰ حضرت اس پر نظر ثانی فرمالیں اور جا بجا فوائد تحریر کر دیں۔ چناں چہ بہت اصرار کے بعد یہ کام شروع کیا گیا، دو تین روز تک کچھ لکھا گیا، مگر جس انداز سے لکھوانا شروع کیا اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ یہ قرآن پاک کی بہت بڑی تفسیر ہوگی ۔کم از کم دس بارہ جلدوں میں پوری ہوگی۔''

اس وقت خیال پیدا ہوا کہ اتنی مبسوط تحریر کی کیا حاجت ؟ ہر صفحہ میں کچھ تھوڑی باتیں ہونی چاہیے جو حاشیہ پر درج کر دی جائیں لہٰذا یہ تحریر جو ہو رہی تھی بند کر دی گئی اور دوسری (تحریر) کی نوبت نہ آئی ۔ کاش وہ مبسوط تحریر جو اعلیٰ حضرت لکھوا رہے تھے اگر پوری نہیں تو دو ایک پارے تک ہی ہوتی، جب بھی شائقین علم کے لیے وہ جواہر پارے بہت مفید اور کار آمد ہوتے۔'' (سیرت صدر الشریعہ از مولانا عطاء الرحمن قادری، مکتبہ اعلیٰ حضرت لاہور، ص:175)

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اعلیٰ حضرت نے میدان تفسیر میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا بلکہ آپ کی تصانیف میں جو بکھری ہوئی قرآنی ابحاث اور تفسیری عبارتیں ہیں ان کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہو جائے گا کہ آپ نے فن تفسیر کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا۔ علاوہ ازیں اعلیٰ حضرت کی تصنیفات میں جلوہ باران ابحاث قرآنیہ وعبارات تفسیریہ جمع کر دی جائیں تو کتب تفسیر میں ایک گراں قدر اضافہ کا باعث ہوگا۔ اعلیٰ حضرت کی تصانیف میں بکھرے ہوئے انہی قرآنی ابحاث اور تفسیری نکات میں سے چند کی روشنی میں ذیل میں آپ کی تفسیری خدمات پیش کی جاتی ہیں۔

(۱) سیادتِ مطلقہ کے تعلق سے اعلیٰ حضرت نے آیت مبارکہ '' وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ '' (سبا: آیت:۲۸)
''اور اے محبوب ہم نے تم کو نہ بھیجا مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا لیکن بہت لوگ نہیں جانتے) نقل فرمائی جس سے بالکل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت تمام انسانوں کی طرف ہوئی۔''

اس آیت کی تفسیر میں آپ نے ایک دوسری آیت :

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَاۙ۰۰۱ (الفرقان: آیت:۱)

''بڑی برکت والا ہے وہ کہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ پر جو سارے جہان کو ڈر سنانے والا ہو) پیش کی، جس سے سارے جہان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کا ثبوت ہوتا ہے۔ تفسیر القرآن بالقرآن کے بعد اعلیٰ حضرت مزید تفسیر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''علما فرماتے ہیں: رسالت والا کا تمام جن وانس کو شامل ہونا اجماعی ہے، اور محققین کے نزدیک ملائکہ کو بھی شامل، کما حققناہ بتوفیق اللہ تعالیٰ فی رسالۃ ''اجلال جبریل'' ۔ بلکہ تحقیق یہ ہے کہ حجر وشجر وارض وسماء وجبال وبحار تمام ماسوا اللہ اس کے احاطہ عامّہ ودائرہ تامّہ میں داخل، اور خود قرآن عظیم لفظ ''علمین'' اور روایت صحیح مسلم میں لفظ ''خلق'' وہ بھی مؤکد بکلمہ ''کافّۃ'' ۔ اس مطلب پر احسن الدلائل۔ طبرانی معجم کبیر میں یعلی بن مرہ سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: ''مامن شیئ إلا یعلم أنی رسول اللہ إلا کفرۃ الجن و الإنس'' کوئی چیز نہیں جو مجھے رسول اللہ نہ جانتی ہو، مگر بے ایمان جن وآدمی''۔

(فتاویٰ رضویہ، امام احمد رضا قادری محدث بریلوی ج: ۳۰، ص: ۲۳)

(۲) آیت ممتحنہ کی تفسیر میں لکھا گیا رسالہ ''المحجۃ المؤتمنۃ فی الآیۃ الممتحنۃ'' میں امام اہل سنت نے ''توجہ سے بات سماعت کرنے'' سے متعلق درج ذیل ایک آیت تحریر فرمائی:

فَبَشِّرْ عِبَادِۙ۰۰۱۷ الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ١ؕ اُولٰٓىِٕكَ الَّذِیْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ

(القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸)

''خوشخبری دو میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنتے پھر سب میں بہتر کی پیروی کرتے ہیں یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی اور یہی عقل والے ہیں۔''

پھر اس آیت کی تفسیر القرآن بالقرآن کرتے ہوئے آپ تحریر فرماتے ہیں:

''من وتو کی کیا حقیقت انبیاے کرام علیہم السلام کے ساتھ معاندین کے چند طریقے رہے ہیں۔''

اول: سرے سے بات نہ سننا:

لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَ الْغَوْا فِیْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ۰۰۲۶ ۔

''یہ قرآن سنو ہی نہیں اور اس میں بیہودہ غل کرو شاید تم غالب آؤ۔''

(القرآن الکریم ۴۱/ ۲۶)

دوم: سن کر مکابرانہ تکذیب کا منہ کھول دینا کہ:

اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا تَکۡذِبُوۡنَ۔

''م تو نہیں مگر جھوٹے۔'' (القرآن الکریم ۳۶ / ۱۵)

سوم: ہدایت کو معطل بالغرض بتانا:

اِنَّ ھٰذَا لَشَیۡءٌ یُّرَادُ

''اس میں تو ضرور کچھ مطلب ہے۔'' (القرآن الکریم ۳۸ / ٦)

چہارم: حق کا باطل سے معارضہ کرنا:

وَ یُجَادِلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا بِالۡبَاطِلِ لِیُدۡحِضُوۡا بِہِ الۡحَقَّ وَ اتَّخَذُوۡۤا اٰیٰتِیۡ وَ مَاۤ اُنۡذِرُوۡا ھُزُوًا۔

''کافر باطل کے ساتھ جھگڑتے ہیں کہ اس سے حق کو زائل کردیں اور انھوں نے میری آیتوں اور ڈراوؤں کو ہنسی بنالیا ہے۔ (القرآن الکریم ۱۸ / ۵٦)

تفسیر القرآن بالقرآن کرنے کے بعد مذکورہ آیات کے حکم کے متعلق امام اہل سنت رقم طراز ہیں:

''مسلمان پر فرض ہے کہ ان سب طُرق سے پرہیز کرے اور اس پر عامل ہو جو راستہ پہلی آیت بشارت میں اس کے رب نے بتایا ہر تعصب وطرف داری سے خالی الذہن ہو کر کان لگا کر بات سنے اگر انصافا حق پائے اتباع کرے بارگاہ عزت سے ہدایت ودانش مندی کا خطاب ملے ورنہ پھینک دینا تو ہر وقت اختیار میں ہے واللہ الھادی وولی الایادی۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۴، ص: ۸۳)

(۳) پھر اسی رسالہ میں آگے چل کر آپ نے موالات کفار ومشرکین کے متعلق حکم بیان فرمایا:

''موالات ہر کافر سے حرام ہے: موالات مطلقا ہر کافر ہر مشرک سے حرام ہے اگرچہ ذمی مطیع اسلام ہو اگرچہ اپنا باپ یا بیٹا یا بھائی یا قریبی ہو۔''

پھر اس حکم کو قرآن کریم سے ثابت فرماتے ہوئے ایک آیت ذکر فرمائی:

"لَا تَجِدُ قَوۡمًا یُّؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ یُوَآدُّوۡنَ مَنۡ حَآدَّ اللّٰہَ وَ رَسُوۡلَہٗ وَلَوۡ کَانُوۡۤا اٰبَآءَھُمۡ اَوۡ اَبۡنَآءَھُمۡ اَوۡ اِخۡوَانَھُمۡ اَوۡ عَشِیۡرَتَھُمۡ۔

(القرآن الکریم، ۵۸ / ۲۲)۔

''تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں اللہ اور قیامت پر کہ دوستی کریں اللہ ورسول کے مخالفوں سے اگرچہ وہ ان کے باب بیٹے یا بھائی یا کنبے والے ہوں۔''

پھر اس قرآنی آیت کی تفسیر قرآن کریم ہی سے کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں :

''موالات صوریہ کے احکام: حتی کہ صوریہ کو بھی شرع مطہر نے حقیقیہ کے حکم میں رکھا۔

قال تعالیٰ: یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَیْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَ قَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ

''اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ تم تو ان کی طرف محبت کی نگاہ ڈالتے ہو اور وہ اس حق سے کفر کررہے ہیں جو تمھارے پاس آیا۔'' (القرآن الکریم ۶۰/۱)

یہ موالات قطعاً حقیقیہ نہ تھی کہ نزول کریمہ دربارہ سیدنا حاطب بن ابی بلتعہ احد اصحاب البدر رضی اللہ عنہم ہے کما فی الصحیح البخاری ومسلم (جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں ہے) (صحیح بخاری، کتاب التفسیر باب لاتتخذ واعدوی وعدوکم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۲۶)

تفسیر علامہ ابوالسعود میں ہے:

فیہ زجر شدید للمؤمنین عن إظهار صورة الموالاة لهم وإن لم تكن موالاة فی الحقیقة (ارشاد العقل السلیم (تفسیر ابی السعود) سورة ۱۵/ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۸/۲)

اس آیت کریمہ میں مسلمانوں کو سخت جھڑک ہے اس بات سے کہ کافروں سے وہ بات کریں جو بظاہر محبت ہو اگرچہ حقیقت میں دوستی نہ ہو۔

مگر صوریہ ضروریہ خصوصاً باکراہ،

قال تعالیٰ: اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً، (القرآن الکریم ۳/۲۸)

''مگر یہ کہ تمھیں ان سے واقعی پورا ڈر ہو۔''

قال تعالیٰ: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ قَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ (القرآن الکریم ۱۶/۱۰۶)

''مگر وہ جو پورا مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۴، ص: ۸۳)

(۴) عقیدۂ ختمِ نبوت ضروریاتِ دین سے ہے جو اس کا منکر ہو یا اس میں ادنیٰ شک وشبہ کرے کافر ومرتد ہے۔ اس کے ثبوت میں آیتِ کریمہ:

'' مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (الاحزاب: آیت: ۴۰)

''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) تمہارے مَردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں اللہ کے رسول ہیں اور

سب نبیوں کے پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے) پیش کی جاتی ہے۔''

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی تفسیر ،تفسیر القرآن بالحدیث کے قاعدہ پر کرتے ہوئے متعدد حدیثیں بیان فرمائیں۔اس کی تفصیل کے لیے'' جامع الاحادیث جلد پنجم'' اور'' جزاء اللہ عدوّہ باباۂ ختم النبوّۃ'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔علاوہ ازیں حضور تاجدارِ مدینہ کے خاتم النبیین ہونے کے تعلق سے معلومات کے لیے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا رسالہ'' المبین ختم النبیین'' کا مطالعہ مفید ہوگا جو فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۴ میں موجود ہے۔

(۵) یوں ہی کسی سائل نے'' عبد المصطفیٰ'' نام رکھنے کے متعلق آپ سے استفسار کیا تو آپ نے اس کے جواب میں'' وَ اَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَ الصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَ اِمَآىٕكُمْ '' (النور: آیت: ۳۲) (اور نکاح کردو اپنوں میں ان کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا) سے استدلال فرمایا،اس کے بعد تفسیر القرآن بالحدیث کے قاعدہ پر آیت کی تفسیر اولاً ایک حدیث پاک سے کی جو بخاری ومسلم اور باقی دیگر صحاح میں موجود ہے اور پھر اپنے موضوع کو دیگر احادیث مبارکہ سے مزین فرما کر آیت مذکورہ کو آیتِ کریمہ''
قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًاؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ '' (الزمر: آیت: ۵۳)
''تم فرماؤ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے بے شک وہی بخشنے والا مہربان ہے، سے مدلل فرمایا۔'' (دیکھیے: فتاویٰ افریقہ،ص: ۲۲)

(۶) اسی طرح جب آیتِ کریم'' اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَ '' (لقمٰن: آیت: ۱۴)
''یہ کہ حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا) کی تفسیر کے لیے اعلیٰ حضرت نے قلم اٹھایا تو اس کی تفسیر کرتے ہوئے اسّی (۸۰) حقوقِ اولاد شمار کرائے جو سب کے سب آیت کی تفسیر سے متعلق اور احادیث مبارکہ مرفوعہ سے مستنبط ومستخرج ہیں۔جیسا کہ آپ اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:
''علمائے کرام نے اپنی کتبِ جلیلہ (ذی شان کتابوں) مثلِ:'' اِحیاء العلوم'' و'' عین العلوم'' و'' مدخل'' و'' کیمیائے سعادت'' و'' ذخیرۃ الملوک'' وغیرہا میں حقوقِ ولد سے نہایت مختصر طور پر کچھ تعرّض فرمایا (یعنی: ان مذکورہ کتابوں میں علمائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے بچوں کے حقوق پر بہت ہی کم کلام فرمایا) مگر میں صرف احادیثِ مرفوعہ حضور پرنور سیدِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم (حضور پُرنور سیدِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مرفوع حدیثوں) کی طرف

توجہ کرتا ہوں۔'' (مَشْعَلَۃُ الْاِرْشَادِ فِیْ حُقُوْقِ الْاَوْلَادِ، ص: ۱۴، مکتبۃ المدینہ)

یہ اسی حقوقِ اولاد جو آپ نے احادیثِ مرفوعہ سے ثابت فرمائے اگر ان احادیث کریمہ کو بحوالہ تفصیل کے ساتھ رقم فرماتے اور پھر ان احادیث کی مختصر شرح فرماتے تو ایک ضخیم نہیں تو کم از کم ایک متوسط رسالہ ضرور معرض تحریر میں آجاتا نیز جو حقوق شمار کرائے بڑی بڑی کتابوں میں بھی اس کی نظیر نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عطیۂ الٰہی پر حمد و شکر بجالاتے ہوئے خود ان باتوں کی صراحت ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

فضلِ الٰہی جَلّ وعلا سے امید کہ فقیر کی یہ چند حرفی تحریر ایسی نافع و جامع واقع ہو (ایسی کامل اور فائدہ مند ثابت ہوگی) کہ اس کی نظیر کتبِ مُطَوَّلَہ (بڑی بڑی کتابوں) میں نہ ملے اس بارے میں جس قدر حدیثیں بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت میرے حافظہ ونظر میں ہیں انہیں بالتفصیل مع تخریجات لکھے (اگر ان احادیث کو تفصیل کے ساتھ بحوالہ لکھوں) تو ایک رسالہ ہوتا ہے اور غرض صرف اِفادہ احکام (جب کہ مقصود صرف احکامِ شرعیہ سے آگاہ کرنا ہے)، لہٰذا سرِ دست فقط (اِس وقت صرف) وہ حقوق کہ یہ حدیثیں ارشاد فرما رہی ہیں کمالِ تلخیص واختصار کے ساتھ شمار کروں (یعنی مختصر طور پر حدیثوں کا مکمل خلاصہ پیش کرتا ہوں) وباللہ التوفیق۔ (مصدرِ سابق ص: ۱۴)

ذوق کی تسکین اور آپ کے شمار کرائے ہوئے حقوقِ اولاد سے تفصیلی استفادہ کے لیے ''مَشْعَلَۃُ الْاِرْشَادِ فِیْ حُقُوْقِ الْاَوْلَادِ'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے جو ''اولاد کے حقوق'' کے نام سے اکثر مکتبہ پر دستیاب ہے۔

(۷) اسی مذکورہ رسالہ میں اعلیٰ حضرت نے آیت ممتحنہ ''لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ''

''اللہ تمہیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو) کی۔''

تفسیر میں درج ذیل چار اقوال پیش فرمائے:

قول اول:

اکثر اہل تاویل جن میں سلطان المفسرین سیدنا عبداللہ بن عباس بھی ہیں فرماتے ہیں: اس سے مراد بنو خزاعہ ہیں جن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک مدت تک معاہدہ تھا۔ رب

عزوجل نے فرمایا:

''ان کی مدت عہد تک ان سے بعض نیک سلوک کی تمھیں ممانعت نہیں۔''

(فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴،ص:۸۴)

قول دوم:

امام مجاہد تلمیذ اکبر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہ ان کی تفسیر بھی تفسیر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ ہی سمجھی جاتی ہے،فرماتے ہیں: اس سے مراد وہ مسلمان ہیں جنھوں نے مکہ مکرمہ سے ابھی ہجرت نہ کی تھی، رب عزوجل فرماتا ہے:

''ان کے ساتھ نیک سلوک منع نہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴،ص:۸۴)

قول سوم:

بعض مفسرین نے کہا: مراد کافروں کی عورتیں اور بچے ہیں جن میں لڑنے کی قابلیت ہی نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴،ص:۸۴)

قول چہارم:

آیت کریمہ میں ایک قول یہ ہے کہ مطلق کفار مراد ہیں جو مسلمانوں سے نہ لڑے ان کے نزدیک وہ ضرور آیات قتال وغلظت سے منسوخ ہے اجلہ ائمہ تابعین مثلا امام عطا بن ابی رباح استاذ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جن کی نسبت امام اعظم فرماتے ہیں: **مارأیت افضل من عطا** میں نے عطا سے افضل کسی کو نہ دیکھا۔ وعبدالرحمن بن زید بن اسلم مولی امیر المومنین عمر فاروق اعظم وقتادہ وتلمیذ خاص حضرت انس خادم خاص حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ورضی اللہ عنہم نے اس کے منسوخ ہونے کی تصریح فرمائی۔ (فتاویٰ رضویہ، ج:۱۴،ص:۸۶)

ان چار اقوال پیش کرنے کے بعد آپ نے قول اول ، دوم اور چہارم کو احادیث کریمہ سے مزین کرتے ہوئے تفسیر القرآن بالحدیث وآثار الصحابہ والتابعین کے جوہر بکھیرے ہیں اوراس طرح آیت مذکور کو ۵ ۴ /احادیث اور صحابہ کرام وتابعین عظام کے آثار سے روشن اور واضح فرمایا۔۔جسے یہ جلوے دیکھنے ہوں تو امام اہل سنت کا مشہور رسالہ"**المحجة المؤتمنة فی الآیة الممتحنة**" کا مطالعہ فرمائیں

(۸) تبذیر و اسراف عام طور سے بولے جانے والے الفاظ ہیں، قرآنِ مجید میں بھی یہ الفاظ آئے ہیں لیکن دونوں الفاظ ہم معنیٰ ہیں یا نہیں؟ اس کی تفسیر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر

القرآن بآثار الصحابہ کے طریقے پر فرمائی۔ چناں چہ آپ کا قلم یوں رقم طراز ہے کہ تبذیر کے بارے میں علما کے دو اقوال ہیں۔

"قولِ اول: وہ (تبذیر) اور اسراف دونوں کے معنیٰ ناحق صرف کرنا ہیں" (یعنی دونوں ہم معنیٰ ہیں)۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۔۱، ص: ۹۴)

دلیل میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال پیش کرتے ہوئے فرمایا:

"اقول: یہی صحیح ہے کہ یہ وہی قول حضرت عبد اللہ ابن مسعود، حضرت عبد اللہ ابن عباس اور عامۂ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے، قولِ اول کی حدیث میں اس کی تصریح گزری اور وہی حدیث بطریق آخر ابن جریر نے یوں روایت کی: "كنا أصحاب محمد ﷺ نتحدث أن التبذير النفقة في غير حقه" ہم اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بیان کرتے تھے: تبذیر غیر حق میں خرچ کرنے کا نام ہے"۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۔۱، ص: ۹۴)

اس کے بعد آپ نے مزید چند روایتیں نقل فرمائیں۔ پھر قولِ ثانی بایں الفاظ بیان فرمائے:

"قولِ ثانی: ان (دونوں) میں فرق ہے۔ تبذیر خاص معاصی میں مال برباد کرنے کا نام ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۔۱، ص: ۹۴)

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ایک اثر "لا تبذر تبذيراً لا تعط في المعاصي" نقل فرمایا اور مزید آگے لکھتے ہیں:

"اقول: اس تقدیر پر اسراف تبذیر سے عام ہوگا کہ ناحق صرف کرنا عبث میں صرف کو بھی شامل اور عبث مطلقاً گناہ نہیں تو از انجا کہ اسراف ناجائز ہے یہ صرف معصیت ہوگا مگر جس میں صرف کیا وہ خود معصیت نہ تھا اور عبارت "لا تعط في المعاصي" (اس کی نافرمانی میں مت دے) کا ظاہر یہی ہے کہ وہ کام خود ہی معصیت ہو بالجملہ تبذیر کے مقصود و حکم دونوں معصیت ہیں اور اسراف کو صرف حکم میں معصیت لازم۔ (فتاویٰ رضویہ، ج: ۲۔۱، ص: ۹۴)

(۹) یوں ہی ایک مرتبہ ایک سائل نے آپ سے استفسار کیا کہ بعض نمازیوں کو بکثرتِ نماز ناک اور پیشانی پر سیاہ داغ ہو جاتا ہے اس سے رحمتِ خداوندی کا حصہ ملتا ہے کہ نہیں۔ زید کہتا ہے کہ جس کے دل میں سیاہ داغ ہوتا ہے اس کی شامت کی وجہ سے اس کی ناک یا پیشانی پر کالا داغ ہوتا ہے۔ اس استفسار کے جواب میں آپ نے مفسرانہ جوہر بکھیرتے ہوئے فرمایا کہ اس نشانی کی تفسیر میں صحابہ و تابعین کے چار قول ماثور ہیں۔ پھر ان چاروں اقوال کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ پہلے دو قول اقویٰ اور اقدم ہیں اور ان میں سے

بھی پہلا قول سب سے قوی ہے اور قول سوم قدرِ ضعیف اور قول چہارم سب سے ضعیف تر ہے اور آیتِ مبارکہ ''سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ '' (الفتح: آیت:۲۹) ''ان کی علامت ان کے چہروں میں ہے سجدوں کے نشان سے) کا ایسا مفہوم بیان فرمایا جو مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے ساتھ ہی ان خیالات کا بھی ازالہ فرمایا جو آیتِ مذکور سے سمجھے جاتے ہیں۔

(دیکھیے: فتاویٰ افریقہ، امام احمد رضا قادری محدث بریلوی،ص:۵۶،مکتبہ نوریہ رضویہ، فیصل آباد)

(۱۰) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انبیائے کرام و مرسلینِ عظام کے درمیان جو امتیازی شان و فضیلت حاصل ہے وہ قرآن کی سورتوں سے بالکل ظاہر ہے، اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدنی تاجدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت مطلقہ پر آیت میثاق ''وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ '' (آل عمران: آیت:۸۱)

''(اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں) سے گفتگو فرمائی۔''

اور پھر مختصراً اس آیت کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اقول باللہ التوفیق پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ اس مضمون کو قرآن عظیم نے کس قدر مہتم بالشان ٹھہرایا اور طرح طرح سے مؤکد فرمایا۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۳۰،ص:۲۲)

اس کے بعد اُس اختصار کی تفصیل کرتے ہوئے آیت کی تفسیر میں آیت میں موجود دس مؤکدات اور ان مؤکدات میں پوشیدہ نکات بیان فرمائے اور آخر میں تحریر فرمایا:

'' اللہ، اللہ! یہ وہی اعتنائے تام واہتمام تمام ہے جو باری تعالیٰ کو اپنی توحید کے بارے میں منظور ہوا کہ ملائکہ معصومین کے حق میں ارشاد کرتا ہے: وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ

''جو ان میں سے کہے گا میں اللہ کے سوا معبود ہوں اسے ہم جہنم کی سزا دیں گے، ہم ایسی ہی سزا دیتے ہیں ستمگاروں کو۔''

گویا اشارہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ہمیں ایمان کے جز اول لا الہ الا اللہ کا اہتمام ہے یونہی جز دوم محمد رسول اللہ ﷺ سے اعتنائے تام ہے، میں تمام جہان کا خدا کہ ملائکہ مقربین بھی میری بندگی سے سرنہیں پھیر سکتے اور میرا محبوب سارے عالم کا رسول ومقتدا کہ انبیاء ومرسلین ﷺ بھی اسکی بیعت وخدمت کے محیط دائرہ میں داخل ہوئے۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج: ۳۰، ص: ۲۲)

(۱۱) آیتِ وسیلہ ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ وَ جَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ'' (المائدہ: آیت: ۳۵)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو اور اس کی راہ میں جہاد کرو اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔) کے بارے میں آپ سے سوال ہوا تو آپ نے اس آیت کی تفسیر اس انداز میں بیان فرمائی کہ پہلے وسیلہ کے تمام شقوں کو مفصل بیان فرمایا پھر آیت کو سلف صالحین کے اقوال وفرمودات سے مرصع کر کے پیری ومریدی کے تمام قسموں کو واضح فرمایا اور سچے اور جھوٹے پیروں فقیروں کی پہچان بتائی اور آخر میں اس کی ایسی تحقیق ''حاصلِ تحقیق'' کے عنوان سے تحریر فرمائی کہ خود اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قول کے مطابق سابقہ کتابوں میں یہ تحقیق مفقود ہے۔ فائدہ کے پیشِ نظر'' حاصل تحقیق'' کو ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

(۱) ہر بد مذہب فلاح سے دور، ہلاک میں چور ہے مطلقاً بے پیرا ہے اور ابلیس اس کا پیر، اگر چہ بظاہر کسی انسان کا مرید ہو کہ خو پیر ہے راہِ سلوک میں قدم رکھے یا نہ رکھے ہر طرح ''لا یفلح وشیخہ الشیطان'' کا مصداق ہے۔

(۲) سنی صحیح العقیدہ کہ راہِ سلوک میں نہ پڑا اگر فسق کرے راہِ سلوک پر نہیں مگر پھر بھی نہ بے پیرا ہے نہ اس کا پیر شیطان ہے جس شیخ جامع شرائط پیر سے مرید ہوا، اس کا مرید ہے ورنہ مرشدِ عام کا۔

(۳) یہ اگر تقویٰ کرے تو فلاح پر ہے اور بدستور اپنے شیخ یا مرشدِ عام کا مرید، غرض شئی کہ مضائق سلوک میں پڑا کسی خاص بیعت نہ کرنے سے بے پیرا نہیں ہوتا نہ شیطان کا مرید، ہاں فسق کرے تو فلاح پر نہیں اور متقی ہو تو مفلح بھی ہے۔

(۴) اگر مضائق سلوک میں بے پیرِ خاص قدم رکھا اور راہ کھلی ہی نہیں، نہ کوئی مرض مثلِ عجب یا انکار پیدا ہوا تو اپنی حالت پر ہے اس میں کوئی تغیر نہ آیا، شیطان اس کا پیر نہ ہوگا اور متقی تھا تو فلاح پر بھی ہے۔

(۵) یہ مرض پیدا ہوئے تو فلاح پر نہ رہا اور بہ حالتِ انکار وفسادِ عقیدہ مرید شیطان بھی ہوگیا۔
(۶) اگر راہ کھلی تو جب تک پیرِ ایصال کے ہاتھ پر بیعت ارادت نہ رکھتا ہو غالب ہلاک ہے، اس بے پیرا کا پیر شیطان ہوگا اگر چہ بظاہر کسی نا قابل پیرِ محض شیخ ایصال کا مرید ہو یا خود شیخ بنتا ہو۔
(۷) ہاں اگر محض جذبِ ربانی کفالت فرمائے تو ہر بلا دور ہے اور اس کے پیر رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔"

(فتاویٰ افریقہ، ص: ۱۳۵)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس آیت کی جو تفسیر اور اس کے ضمن میں جو باتیں رقم فرمائیں ہیں اور آخر میں جو تحقیق وتفصیل پیش فرمائی ہے وہ ایسے نادر ونایاب ہیں جن سے کتبِ اسلاف خالی ہیں۔ یہ میں نہیں بلکہ خود اعلیٰ حضرت تحدیثِ نعمت کے طور پر اس حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے رقم طراز ہے:

"الحمد للہ یہ وہ تفصیلِ جمیل اور تحقیقِ جلیل ہے کہ ان اوراق کے سوا کہیں نہ ملے گی، بیس برس ہوئے جب بھی یہ سوال ہوا اور ایک مختصر جواب لکھا تھا جس کی تکمیل وتفصیل یہ ہے کہ اس وقت قلبِ فقیر پر فیضِ قدیر سے فائض ہوا۔" (فتاویٰ افریقہ، ص: ۱۳۵)

(۱۲) آیت کریمہ " اِنَّكَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰى وَ لَا تُسۡمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوۡا مُدۡبِرِيۡنَ " (النمل: آیت: ۸۰)

"بیشک تمہارے سنائے نہیں سنتے مردے اور نہ تمہارے سنائے بہرے پکار سنیں جب پھریں پیٹھ دے کرے۔"

یہ وہ آیت ہے جس کو غیر اہل سنت سماعِ موتیٰ کی نفی کی دلیل میں پیش کرتے ہیں لیکن ان کا اس آیت سے سماعِ موتیٰ پر استدلال صحیح ہے اور کیا واقعی یہ آیت نفیِ سماعِ اموات پر دلالت کرتی ہے یا اس سے سماعِ اموات کا اثبات ہوتا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں اعلیٰ حضرت کی تفسیری مہارت کہ آپ نے نفیِ سماعِ موتیٰ میں اس آیت کو دلیل بنانے کو نہ صرف باطل ٹھہرایا بلکہ اسی آیت سے سماعِ اموات کو تین طریقوں سے ثابت فرمایا جن میں اول بر سبیل منع اور دوم وسوم بر سبیلِ قبول۔ چناں چہ آپ فرماتے ہیں:

"جوابِ اول: آیت کا صریح منطوق نفیِ اسماع ہے۔ نہ نفی سماع، پھرا سے محل نزاع سے کیا علاقہ۔ نظیر اس کی آیت کریمہ " اِنَّكَ لَا تَهۡدِىۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ " ہے۔ اسی لیے جس طرح وہاں فرمایا " وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ " یعنی لوگوں کا ہدایت پانا نبی کی طرف سے نہیں خدا

کی طرف سے ہے۔ یوں ہی یہاں بھی ارشاد ہوا: ''اِنَّ اللّٰہَ یُسۡمِعُ مَنۡ یَّشَآءُ'' (بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے) وہی حاصل ہوا کہ اہل قبور کا سُننا تمہاری طرف سے نہیں اللہ عز وجل کی طرف سے ہے۔'' (فتاویٰ رضویہ ج:۹،ص:۱۷۲)

اپنے اس جواب کی تائید میں آپ نے حضرت ملاعلی قاری کی کتاب ''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' کی درج ذیل عبارت نقل فرمائی:

مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں ہے: ''الاٰیۃ من قبیل اِنَّکَ لَا تَهۡدِیۡ مَنۡ اَحۡبَبۡتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَهۡدِیۡ مَنۡ یَّشَآءُ'' یہ آیت اس آیت کی قبیل سے ہے۔ بیشک تم ہدایت نہیں دیتے مگر خدا دیتا ہے جسے چاہتا ہے۔'' (مصدرِ سابق، ج:۹،ص:۱۷۲)

جوابِ اول کے بعد بر سبیل تنزل جواب دوم یوں تحریر فرمایا:

''**جواب دوم:** نفی سماع ہی مانو تو یہاں سے سماع قطعاً بمعنی سمعِ قبول وانتفاع ہے۔ باپ اپنے عاق بیٹے کو ہزار بار کہتا ہے، وہ میری نہیں سنتا۔ کسی عاقل کے نزدیک اس کے یہ معنی نہیں کہ حقیقۃً کان تک آواز نہیں جاتی۔ بلکہ صاف یہی کہ سنتا تو ہے، مانتا نہیں، اور سننے سے اسے نفع نہیں ہوتا، آیت کریمہ میں اسی معنی کے ارادہ پر ہدایت شاہد کہ کفار سے انتفاع ہی کا انتفا ہے نہ کہ اصل سماع کا۔ خود اسی آیت کریمہ ''اِنَّکَ لَا تُسۡمِعُ الۡمَوۡتٰی'' کے تتمہ میں ارشاد فرماتا ہے عزوجل: ''اِنۡ تُسۡمِعُ اِلَّا مَنۡ یُّؤۡمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمۡ مُّسۡلِمُوۡنَ'' تم نہیں سناتے مگر انھیں جو ہماری آیتوں پر یقین رکھتے ہیں تو وہ فرماں بردار ہیں۔ اور پُر ظاہر کہ پند ونصیحت سے نفع حاصل کا وقت یہی زندگی دنیا ہے۔ مرنے کے بعد نہ کچھ ماننے سے فائدہ نہ سننے سے حاصل قیامت کے دن سبھی کافر ایمان لے آئیں گے، پھر اس سے کیا کام ''آٰلۡئٰنَ وَقَدۡ عَصَیۡتَ قَبۡلُ'' (کیا اب جب کہ اس سے پہلے نافرمان ہے) تو حاصل یہ ہوا کہ جس طرح اموات کو وعظ سے انتفاع نہیں، یہی حال کافروں کا ہے کہ لاکھ سمجھایئے نہیں مانتے۔'' (مصدرِ سابق، ج:۹،ص:۱۷۲)

آپ نے جوابِ دوم کو دعویٰ بلا دلیل کے مصداق نہ چھوڑا بلکہ اسے مدلل ومبرہن فرمایا۔ چناں چہ اس کی دلیل میں آپ نے ''سیرۃ انسان العیون'' مصنفہ علامہ حلبی، ''تفسیر مدارک التنزیل'' مصنفہ امام ابوالبرکات نسفی اور ''مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح'' مصنفہ حضرت ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عبارتوں کو پیش فرمایا۔ اور پھر جوابِ دوم کی طرز پر جوابِ سوم یوں رقم فرمایا:

''**جواب سوم:** مانا کہ اصل سماع ہی منفی مگر کس سے، موتیٰ سے، موتیٰ کون ہے؟ ابدان، کہ روح تو کبھی مرتی ہی نہیں، اہل سنت وجماعت کا یہی مذہب ہے جس کی

تصریحات بعونہٖ تعالیٰ تمہید و فصل اول و دوم، نوع اول مقصد سوم میں آئیں گی۔ ہاں کس سے نفی فرمائی؟ من فی القبور سے یعنی جو قبر میں ہے۔ قبر میں کون ہے؟ جسم، کہ روحیں تو علّیّین یا جنّت یا آسمان یا چاہِ زمزم وغیرہا مقامات عزو اکرام میں ہیں، جس طرح ارواح کفار سجّین یا نار وادی برہوت وغیرہا مقامات ذلت و آلام میں۔''

(مصدرِ سابق، ج:۹، ص:۱۷۳)

آپ نے اس جواب کو بھی اکابرینِ اہلِ سنت امام سبکی کی ''شفاء السقام'' اور حضرت شاہ عبد العزیز محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے برادر حضرت شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر ''موضح القرآن'' کی عبارات سے مزین فرمایا اور آخر میں تینوں جواب کے تعلق سے تحدیث نعمت کے طور پر ارشاد فرمایا:

''یہ تینوں جواب بتوفیق الوہاب قبل مطالعہ کلام علما ذہن فقیر میں آئے تھے، پھر ان کی تصریحیں کلمات علما میں دیکھیں کما سمعت واللہ الحمد (جیسا کہ آپ نے سنا اور اللہ ہی کے لیے حمد ہے) اور ابھی ائمہ علما کے جواب اور بھی ہیں: وفیما ذکرنا کفایۃ لمن ألقی السمع وھو شھید إن اللہ یسمع من یشاء ویھدی الی صراط الحمید اور جو ہم نے بیان کیا وہ کافی ہے اس کے لیے جو کان لگائے اور متوجہ ہو۔ بیشک اللہ جسے چاہتا ہے سناتا ہے اور ذات حمید کے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔'' (مصدرِ سابق، ج:۹، ص:۱۷۳)

(۱۳) آپ سے کسی سائل نے سوال کیا کہ "اَسۡتَكۡبَرۡتَ اَمۡ كُنۡتَ مِنَ الۡعَالِيۡنَ" میں ''عالین'' سے کون سے لوگ مراد ہیں تو آپ نے پہلے ''عالی'' (جس کی جمع عالین ہے) کا معنیٰ بیان فرمایا، چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

"عالی بمعنی متکبر ہے، قال اللہ تعالیٰ: ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوۡنَ بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ مُّبِيۡنٍ۔ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۟ئِهٖ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَ كَانُوۡا قَوۡمًا عَالِيۡنَ۔

''پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیوں اور روشن حجت کے ساتھ فرعون اور اس کے جتھے کی طرف بھیجا تو انہوں نے تکبر کیا اور وہ تھے ہی متکبر لوگ۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۶، ص:۱۰۴)

''عالی'' کا معنیٰ بیان کرنے کے بعد پھر اعلیٰ حضرت نے آیت کے تین معانی تحریر فرمائے، چناں چہ آپ معنیٰ اول یوں لکھتے ہیں:

''تو معنی آیت یہ ہوئے کہ رب عزوجل نے شیطان لعین سے فرمایا کہ تو نے جو آدم

کوسجدہ نہ کیا یہ ایک تکبر تھا کہ اس وقت تجھے پیدا ہوا، یا تو قدیم سے متکبر ہی تھا۔''
تفسیر ابن جریر میں ہے:

يقول تعالىٰ لإبليس تعظمت عن السجود لاٰدم فتركت السجود له استكبارا عليه، ولم تكن من المتكبرين العالين قبل ذٰلك"أم كنت من العالين" يقول أم كنت كذٰلك من قبل ذاعلو وتكبر على ربك (جامع البیان (تفسیر ابن جریر) تحت آیۃ ۳۸/ ۷۵ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۳/ ۲۱۷)

''اللہ تعالیٰ نے ابلیس سے فرمایا تو نے (حضرت) آدم علیہ السلام کے سجدہ سے اپنے کو بڑا سمجھا اوران پر بڑائی ظاہر کرتے تو نے سجدہ ترک کیا دراصل تو متکبرین میں سے نہ تھا، یا یہ کہ پہلے ہی سے اپنے رب پر علو وتکبر ظاہر کرنے والا تھا۔'' (ایضاً)

معنیٔ ثانی:

یا یہ کہ تکبر خاص تجھی میں پیدا ہوا، یا تیری قوم ہی متکبر ہے۔

معالم میں ہے:أم كنت من العالين" المتكبرين يقول استكبرت بنفسك أم كنت من القوم الذين يتكبرون فتكبرت عن السجود لكونك منهم (معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت آیۃ ۳۸/ ۷۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۶۰)

یا تو عالین متکبرین میں سے تھا۔ فرماتا ہے کہ تو نے خود ہی تکبر کیا، یا تو متکبرین کے گروہ میں سے تھا سجدہ سے تکبر کیا"

معنیٔ ثالث:

یا عالین کو بمعنی بلند ورفیع المرتبت لیں، اور معنی یہ ہوں کہ تو نے جو سجدہ نہ کیا یہ تیرا تکبر تھا کہ واقع میں تجھے آدم پر بڑائی نہیں اور براہ غرور آپ کو بڑا ٹھہرایا، یا واقع ہی تجھے اس پر فضیلت۔

بیضاوی میں ہے:استكبرت أم كنت من العالين" تكبرت من غير استحقاق أو كنت ممن علا واستحق التفوق(انوارالتنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت آیۃ ۳۸/ ۷۵ دارالفکر بیروت ۵/ ۵۵)

تو نے تکبر کیا یا عالین میں سے تھا۔ مطلب یہ کہ بے استحقاق کے تو غرور میں مبتلا ہوا یا ان میں سے تھا جن کو بلندی اور تفوق حاصل ہے۔ ساتھ ہی ساتھ ایک وہم کا بھی ازالہ فرمایا۔ چناں چہ آپ آگے لکھتے ہیں:

''اور یہ معنی نہیں کہ ملائکہ میں کوئی گروہ عالین ہے کہ وہ حکم سجود سے مستثنٰی تھا وإن وقع في كلام سيدنا الشيخ الأكبر رضى الله تعالى عنه (اگرچہ ہمارے سردار شیخ اکبر رضی اللہ تعالی عنہ کے کلام میں واقع ہوا ہے) رب عزوجل نے متعدد تاکیدوں سے مؤکد فرمایا۔ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ

(القرآن الکریم ۳۸/ ۷۳)

تمام، جمیع، سب ملائکہ نے سجدہ کیا۔ فاللام للإستغراق وأكدت بكل وا كدبأجمعون (لام استغراق کے لیے ہے پھر لفظ کل اور اجمعون کے ساتھ تاکید لائی گئی ہے) واللہ تعالی اعلم۔'' (ایضاً)

(۱۴) اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تفسیر میں جہاں قرآنی ابحاث کی نادر و نایاب تفسیر و تحقیق فرمائی اور آیات کی مراد کو واضح فرمایا وہیں ایسے ایسے قرآنی نکات بیان فرمائے جن کو پڑھنے کے بعد اس میں شک کی گنجائش نہیں رہتی کہ آپ کا تبحر فی التفسیر بے مثال تھا۔ اس کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں ۔آپ سے سوال ہوا کہ دنیا کہاں تک ہے تو آپ نے دائرۂ دنیا متعین کرنے کے بعد'' مفاتیح و مقالید'' میں فرق کی وضاحت فرمائی پھر قرآنِ عظیم کی دو آیتیں''

وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ '' (الانعام: آیت: ۵۹)

''اور اسی (اللہ عزوجل) کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے۔''

اور ''لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ'' (الزمر: آیت: ۶۳)

''اسی (اللہ تعالیٰ) کے لیے ہیں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔'' نقل فرما کر'' مفاتیح و مقالید'' سے محبوبِ خدا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے نام پاک کا استخراج فرمایا۔ چناں چہ آپ لکھتے ہیں:

''مَفَاتِح کا حرفِ اول (م) وحرفِ آخر (ح) اور مقالید کا حرفِ اول (م) وحرفِ آخر (د) انہیں مرکب کرنے سے نام اقدس ظاہر ہوتا ہے'' محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم'' اس سے یا تو اس طرف اشارہ ہے کہ غیب و شہادت کی کنجیاں سب دے دی گئی ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو۔ کوئی شے ان کے حکم سے باہر نہیں۔

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں

اور یا اس طرف اشارہ ہوسکتا ہے مفاتیح و مقالید غیب و شہادت سب حجرہ خفا یا عدم میں مُقفّل (یعنی بند) تھیں وہ مِفتاح و مِقلاد (یعنی چابی) جس سے ان کا قُفل (یعنی تالا) کھولا گیا اور

میدانِ ظہور میں لایا گیا وہ ذاتِ اقدس ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کی کہ اگر یہ تشریف نہ لاتے تو سب اسی طرح مُقفّل حجرہ عدم یا خفا میں رہتے۔

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے''

(ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ: ۴، ص: ۵۰۷۔۵۰۸، دعوت اسلامی)

(۱۵) اعلیٰ حضرت کے تبحر فی التفسیر کا ایک اور نمونہ ملاحظہ ہو۔آپ سے پوچھا گیا کہ '' قُلْ لَّآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى '' (الشوریٰ: آیت ۲۳)

''تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبّت) کے کیا معنیٰ ہیں؟'' تو آپ نے آیتِ مذکورہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

اس کی دو تفسیریں ہیں:

ایک تو یہ کہ کوئی قبیلہ کفارِ مکہ کا ایسا نہ تھا جو سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) سے قرابت (یعنی رشتہ داری) نہ رکھتا ہو اور قبیلہ والے کے ساتھ کرم اہلِ عرب کی طِینَت (یعنی عادت) میں رکھا گیا تھا، تو وہ جو تکلیفیں پہنچاتے تھے ان کی بابت (یعنی ان کے بارے میں) ارشاد فرمایا گیا کہ ''اور کسی بات کا خیال نہ کرو، قرابت داری ہی کا پاس کر کے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) کو تکلیفیں پہنچانے سے باز رہو۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ قربیٰ سے مراد سادات کرام واہلِ بیت عِظّام ہیں اور استثنا بہر صورت مُنقطع ہے ''لَآ اَسْــَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا'' سالبہ کلیہ ہے۔'' (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ: ۴، ص: ۵۰۱)

تفسیرات امام احمد رضا کی انفرادی خصوصیت: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے قرآن کریم کی مختلف آیتوں کی تفسیر مختلف طرز اور مختلف طریقوں پر لکھی ہے، ان میں سے ایک انوکھی طرز ''اعداد'' میں آیت کی تفسیر بھی ہے جس طرز میں شاید کسی نے اب تک تفسیر نہیں لکھی ہے۔ ہوا یوں کہ قاضی فضل احمد لدھیانوی سے ایک رافضی نے کہا: آیت کریمہ'' اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ '' (بے شک ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں) کے عدد ۱۲۰۲ / ہیں اور یہی عدد ابوبکر عثمان رضی اللہ عنہ کے ہیں۔ اسی متعلق قاضی صاحب قبلہ نے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے دریافت کیا تو آپ نے کئی آیتوں کی تفسیر اعداد میں بیان فرمائے اور بتایا کہ اگر اس طرح اعداد دیکھے جائیں تو ہر آیت عذاب کے عدد اسماے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں اور آیت ثواب کے اسماے کفار سے۔ پھر اس کے بعد آپ نے بلا تصنع کئی ایک آیتیں اور ان کے اعداد اور اسماے اشرار سے اس کی مطابقت بیان فرمائی۔ ملاحظہ فرمائیں امام اہل سنت کے اس اندازِ تفسیر کو۔ آپ لکھتے ہیں:

''اولاً: ہر آیت عذاب کے عدد اسمائے اخیار سے مطابق کر سکتے ہیں اور آیت ثواب کے اسمائے کفار سے کہ اسماء میں وسعت وسیعہ ہے۔''

ثانیاً: امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کے تین صاحبزادوں کے نام ابوبکر وعمر وعثمان ہیں۔

رافضی نے آیت کو ادھر پھیرا کوئی ناصبی ادھر پھیر دے گا اور دونوں ملعون ہیں۔'' (فتاویٰ رضویہ، ج:۲۹،ص:۷)

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے تین صاحب زادوں کے اسمائے گرامی ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم ہونے پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک حدیث پاک نقل فرمائی۔ پھر مذکورہ سوال کے جواب میں مزید لکھتے ہیں:

''ثالثاً: رافضی نے عدد غلط بتائے امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نام پاک میں الف نہیں لکھا جاتا تو عدد بارہ سو ایک ہیں نہ کہ دو۔

ہاں او رافضی! (۱) بارہ سو دو عدد کا ہے کے ہیں ''ابن سینا رافضہ'' کے۔

(۲) ہاں او رافضی! بارہ سو دو عدد ان کے ہیں ابلیس یزید ابن زیاد شیطان الطاق کلینی ابن بابویہ قمی طوسی حلی۔

(۳) ہاں او رافضی! اللہ عزوجل فرماتا ہے: اِنَّ الَّذِیۡنَ فَرَّقُوۡا دِیۡنَہُمۡ وَ کَانُوۡا شِیَعًا لَّسۡتَ مِنۡہُمۡ فِیۡ شَیۡءٍ ''بے شک جنھوں نے اپنا دین ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور شیعہ ہو گئے اے نبی! تمہیں ان سے کچھ علاقہ نہیں۔'' (القرآن الکریم ۶ / ۱۵۹)

اس آیت کریمہ کے عدد ۲۸۲۸ ہیں اور یہی عدد ہیں رفاض اثنا عشریہ شیطنیہ اسمعیلیہ کے اور اگر اپنی طرح سے اسمعیلیہ میں الف چاہے تو یہ ہی عدد ہیں روافض اثنا عشریہ ونصیریہ و اسماعیلیہ کے۔

(۴) ہاں او رافضی! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لَہُمُ اللَّعۡنَۃُ وَ لَہُمۡ سُوۡٓءُ الدَّارِ ''ان کے لیے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے بُرا گھر۔'' (القرآن الکریم ۱۳ / ۲۵)

اس کے عدد چھ سو چوالیس ہیں اور یہی عدد ہیں ''شیطان الطاق طوسی حلی'' کے۔

(۵) نہیں او رافضی! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ ہُمُ الصِّدِّیۡقُوۡنَ ٭ وَ الشُّہَدَآءُ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ لَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ وہی اپنے رب کے یہاں صدیق وشہید ہیں ان کے لیے ان کا ثواب ہے۔ (القرآن لکریم ۵۷ / ۱۹)

اس کے عدد چودہ سو پینتالیس ہیں اور یہی عدد ''ابوبکر عمر عثمان علی سعد'' کے۔

(۶) نہیں او رافضی ! بلکہ مولیٰ تعالیٰ فرماتا ہے: اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَ الشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَ نُوْرُھُمْ ''وہی اپنے رب کے حضور صدیق وشہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اوران کا نور۔'' (القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹)

اس کے عدد ۱۷۵۲ ہیں اور یہی عدد ہیں ابوبکر وعمر وعثمان وعلی وطلحہ وزبیر کے۔

(۷) نہیں او رافضی ! بلکہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰہِ وَ رُسُلِہٖٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الصِّدِّیْقُوْنَ ۖ وَ الشُّھَدَآءُ عِنْدَ رَبِّھِمْ لَھُمْ اَجْرُھُمْ وَ نُوْرُھُمْ

''جولوگ ایمان لائے اللہ اوراس کے رسولوں پر وہی اپنے رب کے نزدیک صدیق و شہید ہیں ان کے لیے ہے ان کا ثواب اور ان کا نور۔'' (القرآن الکریم ۵۷/ ۱۹)

آیت کریمہ کے عدد ۳۰۱۶ ہیں اور یہی عدد ہیں صدیق فاروق ذوالنورین علی طلحہ زبیر سعد سعید ابوعبیدہ عبدالرحمن بن عوف کے۔

الحمدللہ آیت کریمہ کا تمام وکمال جملہ مدح بھی پورا ہوگیا اور حضرات عشرہ مبشرہ کے اسمائے طیبہ بھی سب آگئے جس میں اصلاً تکلف وتصنع کو دخل نہیں کچھ روزوں سے آنکھ دکھتی ہے۔ یہ تمام آیات عذاب واسمائے اشرار وآیت مدح واسمائے اخیار کے عدد محض خیال میں مطابق کیے جن میں صرف چند منٹ صرف ہوئے اگر لکھ کر اعداد جوڑے جاتے تو مطابقتوں کی بہار نظر آتی مگر بعونہ تعالی اس قدر بھی کافی ہے۔ وللہ الحمد واللہ تعالیٰ اعلم۔''

درج بالا چند مثالوں سے علومِ قرآن اور فنِ تفسیر میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا تبحر وکمال واضح ہے۔ نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ کتبِ تفسیر پر بھی آپ کی نظر گہری تھی۔

تفسیر میں اعلیٰ حضرت کے کتب وحواشی:

یہ تو کتب اعلیٰ حضرت میں رونق افروز تفسیری عبارات ومباحث کی مختصر جھلکیاں ہیں۔ اب فنِ تفسیر میں لکھی گئی کتابوں پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تعلیقات وحواشی اور مختلف اوقات میں مختلف آیات پر تحریر کردہ تفاسیر جو خود مستقل کتابوں اور رسائل کی شکل میں موجود ہیں ذیل میں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) إنباء الحی أن کتابه المصون تبیان لکل شئ: اس کتاب میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ثابت فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم میں دنیا کی تمام چیزوں کا بیان موجود ہے۔ کتابِ ہٰذا ''الفیوضات المکیۃ لمحب الدولۃ المکیہ''میں شامل ومطبوع ہے جو عربی زبان میں تھی، لیکن

اب اس کا اردو ترجمہ دستیاب ہے۔ترجمہ مولانا عیسیٰ رضوی صاحب قبلہ کے قلم سے ہوا ہے اور رضا اکیڈمی ممبئ نے اس کی اشاعت کی۔

(۲) **الصمصام علیٰ مشکك فی آیة الأرحام**: اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علومِ ارحام اور ''علم ما فی الارحام'' سے تعلق رکھنے والی آیتوں کے بارے میں ایک پادری کے خیالاتِ فاسدہ اور اوہامِ کاسدہ کا ردِ بلیغ فرمایا ہے۔ یہ رسالہ بزبانِ اردو مطبوع و دست یاب ہے اور فتاویٰ رضویہ جلد ۲۶ میں بھی موجود ہے۔

(۳) **النفحة الفائحة من مسك سورة الفاتحة**: یہ رسالہ اردو زبان میں ہے جس میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سورۂ فاتحہ سے نبی کریم ،رؤف ورحیم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل ومناقب ثابت فرمائے ہیں۔

(۴) **المحجة المؤتمنة فی اٰیة المُمتحنة**: اس رسالہ میں ترک موالات کی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا ہے ،غیر مسلموں سے تعلقات رکھنے کے شرعی حدود و قیود ، مسلمانوں کے سیاسی استحکام کے متعلق تدبیریں اور ''سورۂ ممتحنہ'' کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر بیان کی گئیں ہیں۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۴ میں موجود ہے۔

(۵) **نائل الراح فی فرق الریح و ریاح**: اس رسالہ میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ریح اور ریاح کے اطلاق اور ان کے مابین فرق بیان کیا فرمایا ہے۔

(۶) **الزلال الأنقی من بحر سبقة الأتقی**: اس رسالہ میں فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے افضل البشر بعد الانبیا یعنی امیر المؤمنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ثابت فرمایا ہے۔یہ رسالہ عربی زبان میں تھا جس کو تاج الشریعہ حضور ازہری میاں صاحب دامت برکاتہ کی ذات نے اردو زبان کا جامہ پہنا کر مستفیدین کے لیے اس سے استفادہ آسان فرمادیا۔نیز یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ کا بھی حصہ ہے۔

(۷) **أنوار الحلم فی معانی و میعاد أسجب لکم**: اس کتاب کو محدثِ بریلوی نے فارسی زبان میں تحریر فرمایا جس میں اس بات کی تحقیق پیش کی گئی ہے کہ اجابتِ دعا کے معانی کیا ہیں؟ علاوہ ازیں مدتِ دعا کا بھی ذکر ہے۔

(۸) **الدولة المکیة بالمادة الغیبیة**: اس عظیم علمی سرمایہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے علم رب العالمین اور علم رحمت للعالمین کے تعلق سے قرآن کریم میں موجود آیات میں تطبیق بیان کی ہے۔ یہ رسالہ اردو عربی دونوں زبانوں میں عام دست یاب ہے۔ یہ وہی شاہ کار

رسالہ ہے جسے اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سرزمین مکہ معظّمہ میں صرف آٹھ گھنٹے میں تحریر فرمایا اور علمائے حرم نے داد وتحسین سے نوازا۔

(۹) حیاۃ الموات فی سماع الاموات : اس رسالہ کو آپ نے آیت کریمہ "اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَ لَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِیْنَ وَ مَاۤ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ" کی تفسیر لکھی ہے جس کی تفسیر میں آپ نے ۷۵ / احادیث مبارکہ، ۲۹ / اقوال صحابہ، ۲۱ / اقوال تابعین، ۴ / اقوال تبع تابعین اور ۱۵۱ / اقوال ائمہ وعلمائے کرام کے ذکر فرمائے۔ یہ رسالہ بھی دست یاب ہے۔ اور اس رسالہ کی تعریب وتحقیق ڈاکٹر انوار احمد خان بغدادی صاحب قبلہ نے فرمائی ہے جسے دار الکتب العلمیہ اور دیگر ناشرین نے شائع کیا۔

(۱۰) نزول آیاتِ فرقان بسکونِ زمین وآسمان: اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے آیت کریمہ "اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا" کی نہایت عمدہ اور نفیس توضیح وتشریح فرمائی ہے۔ یہ رسالہ فتاویٰ رضویہ میں بھی شامل ہے اور الگ سے بھی شائع ہے۔

(۱۱) تفسیرِ سورۂ والضحیٰ: سورۂ "والضحیٰ" کی یہ تفسیر اردو زبان میں ہے اور یہ تفسیر ایسی ہے کہ بعض بعض آیات کی تفسیر اسی جز میں ہے اور اس تفسیر کی ضخامت تقریباً چھ سو صفحات ہیں۔

(۱۲) تفسیر باء بسم اللہ: یہ تفسیر بھی اردو زبان میں ہے۔ شاید یہ تفسیر "بسم اللہ شریف" پر آپ کی تقریر کا وہ مضمون ہے جسے آپ نے عید میلاد النبی کے موقع سعید پر سرزمینِ بریلی شریف پر بیان فرمایا تھا۔

(۱۳) حاشیہ تفسیرِ بیضاوی: قاضی بیضاوی کی لکھی ہوئی یہ تفسیر، تفسیرِ کشاف، تفسیرِ کبیر اور تفسیرِ امام راغب اصفہانی سے ماخوذ ہے جو کلام وحکمت کے حقائق، حدیث وسنت کے دقائق، معانی وبیان کے اسرار، فلسفہ کے رموز، منقول ومعقول تاویلات، صرف ونحو کی باریکیاں، لغاتِ عربیہ کے مباحث، نظمِ قرآن کے محاسن وغیرہ علوم کی مجموعہ ہے۔

اس معتبر تفسیر پر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حاشیہ رقم فرمایا جو عربی زبان میں ہے لیکن یہ حاشیہ اب تک غیر مطبوعہ ہے۔

(۱۴) حاشیہ تفسیرِ خازن: حضرت ابو الحسن علی بن محمد بن ابراہیم بغدادی شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی اس تفسیر کو "تفسیر معالم التنزیل" سے اختصار کر کے تحریر فرمایا ہے، علاوہ ازیں یہ دیگر تفاسیر کا

بھی خلاصہ ہے۔ اس میں فقہی مسائل اور مذاہب فقہا کے ساتھ ساتھ پند و موعظت اور زہد و رقائق سے متعلق نفیس بیانات بھی ہیں۔

اس پر بھی فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حاشیہ نگاری کا کام کیا ہے۔ یہ بھی عربی زبان میں ہے لیکن حاشیۂ مذکور کی طرح یہ بھی ابھی تک تشنہ طباعت ہے۔

(۱۵) حاشیہ درمنثور: اس تفسیر کے مصنف جلال الملۃ و الدین علامہ سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جو شافعی المذہب ہیں اور اپنے دور کے عظیم محقق اور صاحبِ تصانیفِ کثیرہ ہیں۔ یہ تفسیر آپ نے خود اپنی تحریر کردہ تفسیر ''ترجمان القرآن'' سے تلخیص کر کے لکھی ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس تفسیر پر بھی ایک عمدہ اور نفیس حاشیہ عربی زبان میں تحریر فرمایا ہے لیکن یہ حاشیہ بھی اب تک المماری کی زینت ہے اور امتِ مسلمہ استفادہ سے محروم۔ (۱۱ تا ۱۵ تفسیری حواشی اور ان کے مطبوعہ و غیر مطبوعہ ہونا ''تصانیف امام احمد رضا'' مصنفہ: علامہ عبد المبین نعمانی صاحب کے مطابق درج کیا گیا ہے۔)

(۱۶) حاشیہ معالم التنزیل: یہ تفسیر حضرت ابو محمد حسین بن مسعود امام فرا بغوی کی نوکِ قلم سے معرضِ وجود میں آئی ہے۔ آپ تفسیر، حدیث اور فقہ میں درجہ امامت پر فائز تھے۔ آپ کی یہ تفسیر کتبِ تفاسیر میں عظیم اہمیت کی حامل ہے جس میں صحیح اقوال درج کیے گئے ہیں اور احکامِ شرعیہ کو واضح انداز میں بیان کیا گیا ہے ساتھ ہی نادر واقعات اور تعجب خیز حکایات بھی نقل کیے گئے ہیں۔

اس کو بھی محدثِ بریلوی نے اپنے قیمتی حواشی سے مزین فرمایا، اس میں آپ نے نادر و نایاب اور کمیاب تحقیق پیش فرمائی ہے اور حاشیہ کو اس ایجاز بیانی سے تحریر فرمایا ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد یہی کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے دریا کو کوزے میں سما دیا ہے۔ اس حاشیہ کو مرکزی مجلسِ رضا لاہور اور رضا اکیڈمی نے اصل عربی مع اردو ترجمہ و مختصر تشریح کے ۱۴۰۳ھ کو شائع کیا۔

اس حاشیہ کے متعلق مزید معلومات کے لیے مصلحِ قوم و ملت حضرت علامہ عبد المبین نعمانی صاحب دام ظلہ کا مضمون ''امام احمد رضا کے تفسیری افادات'' کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے جو ماہ نامہ ''کنز الایمان'' دہلی میں ۲۰۰۱ کو شائع ہوا۔

(۱۷) تفسیرِ سورۂ فاتحہ و بقرہ: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے شاہ کار ترجمہ ''کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن'' پر اپنے قلمِ شمامہ رقم سے توضیحی حواشی کی عنبر افشانی کی ابتدا فرمائی تھی جو سورۂ فاتحہ و سورۂ بقرہ تک ہی پہنچ سکی۔ ممکن ہے کہ آپ نے ترجمہ کے بعد پورے قرآنِ پاک پر بطورِ

حاشیہ مختصر تفسیر لکھنے کا عزم فرمایا ہو لیکن دوسری اہم دینی ضروریات ومصروفیات نے اس عظیم کام کا موقع نہ دیا، یا آپ نے حواشی مکمل کر دیے ہوں لیکن دوسری تصانیف کی طرح یہ حواشی بھی مرورِ ایام کے شکار ہو گئے ہوں، جیسا کہ فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی کے مضمون کے اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے:

''یہ نہیں کہہ سکتا کہ حاشیہ کے اس (تفسیرِ سورۂ فاتحہ و بقرہ کے) مقام تک پہنچ کر دوسری اہم دینی ضرورتوں نے امام احمد رضا کو عنانِ قلم اپنی طرف منعطف کر دینے پر مجبور کر دیا اور اس طرح یہ توضیحی حواشی تشنۂ تکمیل رہ گئے یا پھر امام احمد رضا کی دوسری بہت سی اہم تصانیف کے ساتھ ساتھ اس کے باقی حصے بھی دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے۔

(سال نامہ معارف رضا 1997ء، ص:20)

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بافیض قلم سے سورۂ فاتحہ و بقرہ پر بکھرے ہوئے تفسیری گوہر سے مستفید ہونے کے خواہش مند حضرات رضا بک ریویو، پٹنہ (بہار) کے ''کنز الایمان نمبر'' میں شائع شدہ مفتی مطیع الرحمٰن صاحب مضطر دام ظلہ العالی کا مقالہ ''کنز الایمان پر امام احمد رضا کے حواشی'' کا مطالعہ کسی حد تک اس خواہش کی تکمیل کر سکتا ہے۔ یہ مقالہ چودہ صفحات کو محیط ہے۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بافیض قلم سے سورۂ فاتحہ و بقرہ پر بکھرے ہوئے تفسیری گوہر کو افادۂ عام اور حصول برکت کے لیے سے یہاں ذکر کیا جاتا ہے لیکن مکمل طوالت کا سبب ہوگا اس لیے سورۂ فاتحہ کی مختلف چند آیات اور تفسیر امام نقل کی جاتی ہے:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان اور رحمت والا۔''

تفسیر امام اہل سنت: الرَّحۡمٰنِ: فوائد: ''رحمٰن'' اللہ عز وجل کا خاص نام ہے ان ناموں میں جن کا دوسروں پر اطلاق حرام بلکہ علمائے کرام نے کفر لکھا ہے۔ جیسے رحمٰن، قیوم، قدوس۔ لوگ عبد الرحمٰن، عبد القیوم، عبد القدوس نام رکھتے ہیں اور یہ بہت اچھے نام ہیں مگر پکارنے میں تخفیف کے لیے لفظِ عبد کو حذف کر کے نرے اسمائے الٰہیہ سے پکارتے ہیں عبد الرحمٰن کو رحمٰن، عبد القیوم کو قیوم۔ یہ سخت حرام ہے، اس سے احتراز لازم۔

تفسیر امام اہل سنت:

الرَّحِیۡمِ: رحیم کا اطلاق مخلوق پر بھی آتا ہے، تمام جہان سے بڑھ کر رحیم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، تمام عالم پر ان کی رحمت ہے، خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ تو ''بالمؤمنین رؤف

الرحیم" ہیں مگر اسمائے الٰہیہ سے جن ناموں کا اطلاق اس کے بندوں پر بھی آتا ہے جیسے حضور کو اس نے سمیع ، بصیر، علیم ،غفور ، رؤف ، رحیم ،حلیم ، کریم اور ان کے سوا ستر کے قریب (اپنے اسمائے حسنہ سے) عطا کیے ۔ حاشا ! یہ شرکتِ معنیٰ نہیں ، اللہ عز وجل پاک ہے اس سے کہ کوئی بات میں اس کا شریک ہو سکے ۔ ذات و صفات ، اسما و احکام سب میں وحدہ لاشریک لہ ہے ۔ یہ اس کی صفات کریمہ کی تجلیاں ہیں کہ جو اس نے اپنے خاصوں پر فرمائیں۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿﴾ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۙ﴿﴾

"سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا بہت مہربان رحمت والا۔"

تفسیر امام اہل سنت :

اَلۡحَمۡدُ: یہ سورت کریمہ قرآن مجید کا خطبہ ہے، مولیٰ عز وجل نے بندوں کو اس میں اپنی حمد و ثنا و دعا کی تعلیم فرمائی اور انہیں کی زبانوں میں اسے اشارہ کیا کہ خالص عرض عبادر ہے اور اس میں جمیع مقاصد قرآن کو جمع فرما دیا۔ کتابیں اتارنا ، رسولوں کا بھیجنا دو باتوں کے لیے ہے:

(۱) تصحیح ایمان (۲) اخلاص اعمال ۔

مدار ایمان اللہ عز وجل کی توحید اور اس کے محبوبوں سے محبت اور دشمنوں سے عداوت ہے اور اخلاص اعمال خاص اس کی عبادت ہے، پہلی تین آیتوں میں جزء اول یعنی توحید ہے اور پانچویں چھٹی میں جزء دوم اور ساتویں میں سوم باقی چوتھی آیت کہ وسط میں رہی اعمال کے لیے ہے ۔توحید بغیر تصدیق رسالت حضور ﷺ مقبول نہیں ۔ بہتیرے کافر" لا الٰہ الا اللہ" کہا کرتے تھے اور" محمد رسول اللہ" نہ ماننے سے ابدی جہنمی ہوئے ۔ لہٰذا جزء دوم سے پہلے جس میں اس کی تصریح ہے جزء اول ہی نے اس کی طرف اشارہ فرمایا ، اپنی کتاب کریم کو حمد سے شروع فرمایا۔ جسے حضور ﷺ سے خاص نسبت ہے وہ محمد ﷺ ہیں تمام جہان سے زیادہ حمد کیے گئے ، اولین و آخرین ان کے حامد ہیں ۔ اللہ عز وجل نے جیسی ان کی حمد فرمائی ، کسی سے نہ ہوئی ۔ وہ حامد ہیں ، حمید ہیں ، محمود ہیں ۔ نبی الحمد ہیں ، ان کا مقام مقام محمود ہے ، ان کا نشان لواء الحمد ہے ، توریت مقدس میں ان کی امت کا نام حمادین ہے ، ہر طرح سے حمد کو ان سے نسبت ہے اور ان کو محمد ﷺ سے ۔تو اسی لفظ سے ابتدا فرمائی گئی کہ ذات و صفات کریمہ کی طرف اشارہ ہو۔ گویا ارشاد ہوتا ہے : تمام حمد کو محمد نے کیں اور کریں گے جو جمیع محامد اولین و آخرین کو شامل اور ان سے اعلیٰ و اکمل ہیں اور تمام حمدیں کہ اولین و آخرین نے محمد ﷺ کی کیں اور کریں گے ان سب کا مرجع کون ہے؟ اللہ ، کہ ذات جامع جمیع کمالات کا علم ہے جس کے مظہر اتم و اکمل حضور ﷺ

ہیں، انبیا و اولیا و جہانِ جہانیاں مظہر اسما و صفات ہیں اور حضور مظہر ذات ۔

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ: سارے جہان کی پرورش فرمانے والا جس نے اپنے فیض کا واسطہ مطلق اور اپنی بارگاہ کا خلیفہ اعظم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا اور دین و دنیا میں، اولیٰ اخریٰ میں جو نعمت جو رحمت کسی کو پہنچے گی ان کے دست اقدس سے پہنچائی کہ بے اس وسیلہ مطلقہ کے خلق کیا، منہ تھا کہ ایک ایک ذرہ اس بارگاہ بے نیاز سے بلا واسطہ مستفیض ہوتا۔

الرَّحْمٰنِ: دنیا میں بڑی رحمت والا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رحمۃ للعالمین کر کے بھیجا۔

الرَّحِیْمِ: آخرت میں کمال مہربان جس نے گنہگاروں کی شفاعت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ رکھی جو بالمؤمنین رؤف الرحیم ہیں۔

مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ:

تفسیر امام اہل سنت:

انصاف کے دن کا مالک جس نے جنت و دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں رکھیں، جب ہر طرح سے استحقاق حمد اسی کو ثابت ہو لیا کہ کسی کے کمالِ ذاتی کے لیے حمد کیجیے تو وہ اللہ ہے جامع جمیع کمالات ۔ اس لیے حمد کیجیے کہ وہ ہمارا مولیٰ، ہمارا پالنے والا ہے ۔تو وہ رب العلمین ہے اور اگر اس لیے کہ فی الحال اس سے نفع پہنچتا ہے تو وہ رحمٰن ہے اور اگر نفع آئندہ کی امید پر تو وہ رحیم ہے اور اگر سزا کے خوف سے تو وہ مالک یوم الدین ہے ۔ یہی وجوہِ حمد ہیں اور سب اسی کے لیے ثابت ۔ لہٰذا اس کا مستحق عبادت ہونا برہانِ قطعی سے ثانت ہو کر عرض کرانا ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ، صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ۔

''ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا۔''

تفسیر امام اہل سنت:

ہم کو سیدھا راستہ چلا: اوپر حدیث سے ثابت ہوا کہ صراط مستقیم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصدیق و فاروق رضی اللہ عنہما۔

تو سورۂ فاتحہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد پر مشتمل ہے اور شریعت مطہرہ نے نماز کی ہر رکعت میں اس کا پڑھنا واجب یا کم از کم سنت اور ہر قعدہ میں التحیات واجب فرمائی جس کے اول میں حمد الٰہی کے بعد سے السلام علیك ایها النبی و رحمة الله و بر کاته۔ سلام حضور پر اے نبی

اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکیں اور آخر میں شہادت وتوحید کے بعد ہے و اشھد ان محمداً عبدہ و رسولہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے سب سے خاص تر بندے اور رسول ہیں پھر ہر اخیر قعدہ میں اس کے بعد درود کا حکم ہے۔ یہ ہمارے نزدک سنت اور امام شافعی کے نزدیک فرض ہے۔ بے شک اس کی نماز ہوتی ہی نہیں۔غرض نماز از اول تا آخر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یاد سے معمور اور مالا مال ہے۔ وہابی کا امام اسمٰعیل دہلوی کہ اپنی کتاب مسمیٰ بہ صراط مستقیم میں نماز میں حضور کی طرف خیال لے جانے کو معاذ اللہ سخت ملعون الفاظ سے تعبیر کرتا ہے۔شریعت مطہرہ کا منکر نہایت گستاخ ضال ہے۔سورۂ فاتحہ پر ایمان لانے والے خوب ہوشیار رہیں کہ فاتحہ نے جس طرح محبوبوں کا دامن تھامنے کی ہدایت فرمائی یونہی دشمنوں سے دور بھاگنے کی۔ و باللہ التوفیق۔

راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا: اللہ عزوجل اپنے غضب سے بچائے اس کے غضب کو غصہ سے ترجمہ کرنا بھاری غلطی ہے۔غصہ اصل میں گلے کے اچھو کو کہتے ہیں اور مجازاً اس غضب پر اطلاق ہوا جو گلے کے پھندے کی طرح گھٹے اور آدمی کسی خوف یا خاطر سے اسے ظاہر نہ کر سکے۔اصل معنی یہ ہیں ،اور اللہ عزوجل اس سے پاک ہے تو اس پر اس کے اطلاق سے احتراز چاہیے جیسے ناواقف لوگ اس کی رضا کو رضا مندی بولتے ہیں یہ نادانی اور جہالت ہے ۔فارسی میں "مند" کا کلمہ ظرفیت کے لیے ہے رضامندی یعنی رضا سے بھرا ہوا اور اللہ عزوجل ظرفیت سے پاک ،ادب الفاظ ایک بہت بڑا علم ہے جسے اللہ عطا فرمائے ۔آج کل بہت لوگ اس سے معریٰ ہیں یا پرواہ نہیں کرتے اور یہ اول سے سخت تر ہے۔والعیاذ باللہ تعالی۔

نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا: حدیث صحیح میں ارشاد ہوا کہ مغضوبوں سے مراد یہود ہیں اور ضالین سے نصاری ، یہود ونصاری دونوں کافر ہیں اور ہر کافر پر اللہ کا غضب اور ہر کافر گمراہ پھر اس شخصیت کی حکمت سمجھیے ۔اس کی وجہ یہ ہے کہ محبوبان خدا کے ساتھ عداوت بھی کفر ہے اور ایسی جھوٹی نفسانی محبت کہ ان کو خدا یا خدا کا بیٹا ٹھہرادے یہ بھی کفر۔تو کافر دونوں ہوئے مگر وہ محبوبوں کی عداوت کی راہ سے ،لہٰذا ان پر غضب کا لفظ ارشاد فرمایا اور یہ محبوبوں کی ادعاے محبت کی راہ سے لہٰذا انہیں گمراہ بتایا اور یہی وجہ ہے کہ یہود پر ذلت وخواری مقرر فرمائی ہزاروں برس ان کی سلطنت نہیں ہوئی ۔فلسطین کی محبت بیساکھی کے سہارے ہے کہ محبوبوں سے دشمنی کی تھی اس کا بدلہ یہی ہے کہ دنیا میں خوار اور آخرت میں نار۔نصاری کی گمراہی محبت محبوبان میں افراط سے ہوئی ۔محبوبوں کی محبت عزت ہے مسلمان بحمداللہ سچے محب ہیں ۔انہیں سچی عزت دی کہ آخرت کی سلطنت ہے۔نصاری جھوٹے محب تھے انہیں دنیا کی عزت و دولت،سلطنت

عطا فرمائی کہ دنیا بھی نری جھوٹ اور دھوکہ ہے ۔اسے غور کرلو کہ محبوبوں کی سچی محبت اور عداوت میں یہ فرق ہوتا ہے پھر کیا کہنا ہے ان خوش نصیبوں کا جنہیں اپنے محبوبوں کی سچی محبت عطا فرماتے ۔اللھم ارزقنا ،آمین۔سورہ فاتحہ کے بعد آمین کہنا سنت ،آمین کلمہ قرآن نہیں ۔وہ مہر دعا اور خود ایک دعا ہے اس کے معنی ہیں الٰہی (ایسا) ہی کر اور دعا میں سنت آہستہ ہونا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں حکم ہے ۔لہذا نماز میں آہستہ آمین کہنا سنت ہوا ۔ (ایضاً ،ص: 21۔23)

سورۂ بقرہ کی تفسیر قلم رضا سے :اب سورۂ بقرہ کی صرف '' ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ'' کی قلم امام سے جلوہ افروز تفسیر پیش کی جاتی ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

''اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا ۔''

الٓمّٓ ،ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيهِ۔

''وہ بلند رتبہ کتاب (قرآن) کوئی شک کی جگہ نہیں ۔''

تفسیر امام اہل سنت :الٓمّٓ : سورہ آل عمران شریف میں بیان فرمائے گا کہ قرآن مجید کی آیتیں دو قسم (کی) ہیں متشابہات اور محکمات ۔حروف (تہجی) کہ سورتوں کی ابتدا میں مذکور ہیں محال ہے کہ بے معنی ہوں ،نہ یہی معقول کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے معانی ظاہر نہ فرمائے گئے ہوں ۔جس سے خطاب فرمایا جائے ،اس سے ایسا کلام جس کے معنی وہ نہ سمجھے شان مخاطبہ سے بعید ہے۔اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ سمجھے تو جہاں میں کون سمجھنے والا ہوسکتا ہے ۔تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ وہ کلام نازل فرمایا جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا یہ بات غیر معقول ہے بلکہ یقینا ان کا معنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے ہیں ۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دو قسم کے علم نازل فرمائے ایک وہ کہ امت کو جن کی تفہیم فرمانے کا حکم تھا کہ :لتبین للناس مانزل الیھم : دوسرے وہ کہ خاص محب و محبوب میں ہیں وہ ان مقطعات شریفہ میں ہیں ان میں اصل راہ تو یہی ہے کہ ان کے معنی کا علم اللہ و رسول پر حوالہ کیا جائے وبس ،اور بعض صحابہ وائمہ نے مقطعات کی طرف بھی توجہ فرمائی تاویل کہلاتا ہے نہ کہ تفسیر ۔تفسیر رائے حرام ہے اور دین میں رائے گنجائش ۔''

تفسیر بیان مراد ہے اور تاویل بیان احتمال واشارات صحابہ وائمہ نے (جس طور) پر ان میں کلام فرمایا اصلا صالح انکار نہیں تو یہ کہنا کہ وہ ان کی اپنی رائے ہے گستاخی ہے۔عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی (تاویل) یہ مروی ہے کہ "الف" اشارہ ہے اسم جلالت کی طرف اور "لام" جبرئیل کی طرف اور "میم" محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ،گویا فرمایا جاتا ہے کہ اللہ نے جبرئیل کو محمد

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس یہ کلام لے کر بھیجا۔ تو اس تقدیر پر اگلے دعوی ذالك الكتاب لا ریب فیہ کی دلیل ہوئی کہ اس کتاب میں کچھ شک نہیں کلام کہ متکلم دوسروں کے ذریعہ سے پہنچائے اس میں شک کی تین صورتیں ہوتی ہیں یا تو متکلم کا صدق ضروری (نہ ہو) معاذ اللہ خلاف کا بھی امکان ہو یا سفیر جو لے کر آیا اس میں سہو یا خیانت کی گنجائش ہو، یا جن کے پاس آیا ان میں یہ احتمال ہو کہ پورا نہ پہنچائیں گے یا بات پوری نہ سمجھیں گے یہاں تینوں صورتیں محال ہیں۔ متکلم اللہ ہے جل جلالہ جس کا صدق واجب اور کذب محال بالذات اور سفیر جبرئیل امین علیہ الصلوۃ والسلام کہ سہو وخطا سے معصوم ہیں اور مخاطب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ حاوی علوم ورسول معصوم ہیں ،لہذا ذالک الکتاب لاریب فیہ، اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔ بعض نے فرمایا الف ایک (۱) ہے اور لام تیس (۳۰) اور میم چالیس (۴۰) تو یہ یہ اشارہ ہے کہ اللہ نے تیس (۳۰) پارے والا قرآن چالیس (۴۰) برس کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل فرمایا۔ بعض کہتے ہیں یہ قسمیں ہیں کلام الٰہی میں مذکور ہوئیں۔ میں کہتا ہوں اس تقدیر پر ممکن ہے کہ الف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قد مبارک ہو اور لام زلف مطہرت اور میم دہن اقدس ،گویا اشارہ ہوتا ہے تمہارے قد وزلف ودہن کی (قسم) اس کتاب میں کوئی شک نہیں ، یا الف حضور کا قامت مبارک ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیام میں ہوں اور لام کہ نصف جھکا ہوا ہے، حالت رکوع کا اشارہ ہے اور میم کہ سمٹا ہوا ہے حالت سجود کا ایما، گویا ارشاد ہوا کہ اۓ قائم، راکع ،ساجد، تیرے قیام ورکوع کی قسم کہ اس کتاب میں کوئی شک نہیں۔

تفسیر امام اہل سنت:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ،فیہ: اس جملہ کریمہ میں محتمل ہے کہ ذالک مبتدا اور الکتاب اس کی خبر ہے اور لاریب فیہ دوسرا جملہ ذالک سے اشارہ قرآن عظیم کی طرف ہے کہ اس کی علوشان کے سبب اشارہ بعید سے تعبیر فرمایا۔ اور الکتاب میں لام عہد کا ہے ،سورہ کریمہ مدنیہ ہے ،مدینہ طیبہ میں تشریف آوری حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل یہود آبسے تھے کہ بعثت اقدس کے منتظر تھے تو ان میں قرآن عظیم خوب معبود ومعروف تھا کہ وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کے انتظار میں ہم یہاں آباد ہیں ان پر ایسی کتاب اترے گی تو یہ فرمایا گیا کہ یہ قرآن وہ کتاب ہے جس کے تم منتظر تھے۔ آگے دوسرے جملہ سے اس کی تاکید فرمائی گئی کہ لاریب فیہ اس کے وہ کتاب معہود ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ اور محتمل ہو کہ ذالک الکتاب مبتدا اور لاریب فیہ اس کی خبر ہو، پہلی صورت میں فیہ کی ضمیر مضمون جملہ اول کی طرف تھی اب نفس کتاب کی طرف ہوگی۔ یعنی اس کتاب کریم میں کوئی حرف شک نہیں شک تو ہزاروں کو ہے ،مگر جہاں آرا آفتاب پردہ حجاب جب نصف (النہار) پر آئے اور

مادرزاد اندھا جس کی آنکھوں کو شعاع کا بھی احساس نہیں اگر اس میں شک کرے تو آفتاب مشکوک نہیں ہو جائے گا آفتاب کو یہی کہا جائے گا کہ اس میں کوئی شک نہیں۔

گر نہ بیند بروز سپر پرہ چشم ۔چشمہ آفتاب راچہ گناہ

راست خواہی ہزار چشم چناں ۔کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

یہ آیت کریمہ وہابیہ پر قاہر رد ہے، وہابیہ اس سبوح قدوس کا معاذ اللہ کذب ممکن جانتے ہیں، جب کذب ممکن ہوا صدق ضروری نہ ہوا، اور جب صدق ضروری نہ ہوا تو لاریب فیہ کہاں سے آئے گا؟ ضرور اس میں محل ریب ہوگا، لاریب فیہ تو یونہی ہے کہ یہ اس کا کلام ہے جس پر کذب محال بالذات ہے کسی طرح اس میں کذب کا امکان (نہیں) اور جب امکان مانا تو یقینا عقل کو احتمال کذب رہے گا کیا دلیل کہ وہ کذب جو (ممکن) تھا واقع نہ ہوا؟ امام الحرمین نے کتاب "الارشاد" اور امام فخر الدین رازی نے "مفاتح الغیب" میں اور اکابر ائمہ نے تصریحیں فرمائی ہیں کہ جو بات ممکن ہے عقل اپنی طرف سے اس کے وجود وعدم کسی پر جزم نہیں کرسکتی اور کوئی تصریح نہ کرتا تو امکان کے معنی ہی یہ ہیں کہ اسے عدم ووجود دونوں سے یکساں نسبت ہو پھر کس ذریعہ سے (مان لیا) کہ اس نے جو کچھ فرمایا ضرور حق ہے۔ اس کے جاننے کے ذریعے اگر ہوسکتے تو تین ہی یا تو اس کا وعدہ کہ کذب اگر چہ ممکن ہے مگر میں کبھی صادر نہ کروں گا، یا اس کی خبر کہ میں نے جو کچھ فرمایا ہے حق ہی فرمایا ہے (اس امکان کو کام میں نہیں لایا) ہوں یا اس کے نبی کی خبر کہ جو کچھ فرمایا ہے حق ہے۔ مسلمانو! ذرا غور کرو اگر معاذ اللہ اس کا کذب ممکن ہو تو اس کے وعدہ اور اس خبر کے صدق پر کیا اطمنان! ممکن کہ جھوٹ ہی بولا ہو اور جب اس کی خبر پر اطمنان نہیں تو نبی کی خبر تو دوسرے درجے میں ہے۔ غرض امکان کذب مان کر تصدیق کلام اللہ کے سارے ذرائع بند کردیے۔ یہ حاصل ہے وہابیہ کے ایمان کا جس کو قرآن فرما رہا ہے کہ لاریب فیہ۔ خلاصہ یہ ہے کہ امکان کذب (مان) کر سارا قرآن اور تمام دین وایمان تہ وبالا کردیا۔ کسی پر اطمنان نہ رہا۔ (ایضاً، ص:23۔24)

(۱۸) کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن: یہ قرآنِ کریم کا اردو ترجمہ ہے جسے حضور صدر الشریعہ کے پیہم اصرار پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سیال ومحتاط تقدیس الوہیت اور محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سرشار ترجمہ تحریر کروایا۔ یہ ترجمہ اردو تراجم کے سارے ذخائر میں امتیازی شان و شوکت رکھتا ہے کیوں کہ یہ ترجمہ، تفاسیرِ معتبرہ کے عین مطابق ہے، یہی وجہ ہے کہ اس ترجمہ کے مطالعہ کی سعادت کے بعد حضور محدثِ اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے جذبات،

احساسات اور تاثرات کو یوں الفاظ کے قالب میں ڈھالا:

''علمِ قرآن کا اندازہ صرف اعلیٰ حضرت کے اس ترجمے سے کیجیے جو اکثر گھروں میں موجود ہے اور جس کی کوئی مثال سابق نہ عربی زبان میں ہے نہ فارسی میں ہے اور نہ اردو میں اور جس کا ایک ایک لفظ اپنے مقام پر ایسا ہے کہ دوسرا لفظ اس جگہ پر لایا نہیں جا سکتا جو بظاہر محض ترجمہ مگر درحقیقت وہ قرآن کی صحیح تفسیر اور اردو زبان میں قرآن ہے''۔ (المیزان ''امام احمد رضا نمبر''، ایڈیٹر: علامہ جیلانی میاں کچھوچھوی، ص:۲۴۵)

درج بالا چند مثالوں اور کتابوں کو دیکھنے سے یہ بات اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہو جاتی ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علومِ قرآن پر گہری نظر تھی اور تفسیر قرآن میں رسوخِ کامل، مہارتِ تامہ اور امتیازی شان و مقام حاصل تھا۔

اصول تفسیر اور اعلیٰ حضرت: احکام شرعیہ کو ادلۂ تفصیلیہ سے جاننے کو فقہ کہتے ہیں اور جس کو فقہ میں گہری نظر ہو وہ احکام و مسائل شرعیہ کا علم تو ہوگا لیکن مسائل شرعیہ کا استنباط و استخراج بھی کر لے ایسا مشکل ہے بلکہ استنباطِ احکام شرعیہ کے لیے اصول فقہ کا علم نہایت ضروری ہے جس سے احکام شرعیہ کا استنباط کیا جاتا ہے۔ ٹھیک اسی طرح تفسیر کے لیے ضروری ہے کہ تفسیر کرنے والے کو اصول تفسیر کا علم ہو ورنہ تفسیر کر پانا ناممکن امر ہے۔ اعلیٰ حضرت کو علم تفسیر میں بھی امتیازی مقام حاصل تھا بلکہ ماننے والوں نے آپ کو اس فن کا بھی امام تسلیم کیا اور کیوں نہ ہو کہ جس طرح دیگر اصول پر مہارت رکھتے تھے اسی طرح اصول تفسیر میں بھی کامل دسترس رکھتے تھے۔ اوپر آپ کے قلم مبارک سے نکلے اور آپ کی کتابوں میں بکھرے ہوئے کچھ تفسیری مباحث کے چند نمونے پیش کیے گئے ہیں اور اب ذیل میں آپ کی کتاب میں بکھرے ہوئے اصول تفسیر کے بھی کچھ نمونے پیش کیے جاتے ہیں جن سے مزید یہ بات مستحکم و مدلل ہو جائے گی کہ واقعی آپ کو فن تفسیر میں مہارت تامہ حاصل تھی، لیجیے ملاحظہ فرمائیں:

(۱) بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے ان سب کا قبول کرنا ضروری ہے اگرچہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی موید ہو؟

اس تعلق سے اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں دیکھیے اور کتب امام میں موجود اصول تفسیر کے جلوے سے محظوظ ہوں، آپ فرماتے ہیں:

"ليس كل ما يذكر في أكثر التفاسير المتداولة واجب القبول وإن لم يساعده معقول ويؤيده منقول، والوجه في ذلك أن

التفسیر المرفوع وھو الذی لامحیص عن قبولہ ابدا نذر یسیر جدا لایبلغ المجموع منہ جزء أو جزئین۔

قال الإمام الجوینی علم التفسیر عسیر یسیر أما عسرہ فظاھر من وجوہ أظھرھا أنہ کلام متکلم لم یصل الناس إلی مرادہ بالسماع منہ، ولا إمکان للوصول إلیہ بخلاف الأمثال والأشعار ونحوھا فإن الإنسان یمکن علمہ منہ إذا تکلم بأن یسمع منہ أو ممن سمع منہ، و أما القرآن فتفسیرہ علی وجہ القطع لایعلم إلا بإن یسمع من الرسول ﷺ و ذلک متعذر إلا فی اٰیات متعددۃ قلائل ، فالعلم بالمراد یستنبط بأمارات ودلائل ،والحکمۃ فیہ أن اللہ تعالی أراد أن یتفکر عبادہ فی کتاب، فلم یامر نبیہ ﷺ بالتنصیص علی المراد فی جمیع آیاتہ.

وقال الإمام الزرکشی فی البرھان للناظر فی القرآن لطلب التفسیر ماٰخذ کثیرۃ امھاتھا اربعۃ. الأول النقل عن رسول اللہ ﷺ وھذا ھو الطراز الأول لیکن یجب الحذر من الضعیف فیہ والموضوع فإنہ کثیر.

قال الإمام السیوطی الذی صح من ذلک قلیل جدا بل أصل الوضوع منہ فی غایۃ القلۃ ،وکذلک الماثور عن الصحابۃ الکرام و التابعین لھم بإحسان قلائل لھذہ الطوامیر الکبر و الأقاویل الذاھبۃ شذر مذر فیھا لاخبر ولا أثر و إنما حدثت بعدھم لما کثرت الأراء و تجاذبت الأھواء قام کل لغوی و نحوی وبیانی وکل من لہ ممارسۃ بشیئ من انواع علوم القرآن یفسر الکلام العزیز بما سمح بہ فکرہ و أدی إلیہ نظرہ ثم جاء الناس مھر عین وبجمع الأقوال مولعین فنقلوا ما وجدوا وقلیلا ما نقدوا فعن ھذا جاءت کثرۃ الاقاویل إختلاط الصواب بالأباطیل"۔

ترجمہ: ''بہت سی متداول تفسیروں میں جو مذکور ہوتا ہے وہ سب ایسا نہیں جس کا قبول

کرنا ضروری ہو اگر چہ نہ کوئی دلیل عقلی اس کی معین ہو نہ کوئی دلیل شرعی اس کی موید ہو، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تفسیر مرفوع (جو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمائی) وہ بہت تھوڑی ہے جس کا مجموعہ دو جز بلکہ ایک جز کو بھی نہیں پہنچتا۔

امام جوینی کا قول ہے علم تفسیر مشکل اور کم ہے، اس کا مشکل ہونا تو کئی وجوہ سے ظاہر ہے، ان میں روشن تر وجہ یہ ہے کہ وہ ایسے متکلم (عز جلالہ) کا کلام ہے جس کی مراد کو لوگ اس سے سن کر نہ پہنچے اور نہ اس کی طرف رسائی کا امکان ہے بخلاف امثال واشعار اور ان جیسی اور باتوں کے کہ انسان کو بولنے والے کی مراد معلوم ہوسکتی ہے جب وہ بولے بایں طور کہ وہ اس سے خود سنے یا اس سے سنے جس نے اس سے سنا ہو۔

رہی قرآن کی قطعی طور پر تفسیر تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنے بغیر معلوم نہ ہوگی اور وہ (جو سرکار علیہ الصلوۃ والسلام سے سنا گیا) چند گنتی کی آیتوں کے ماسوا میں تعذر ہے تو مرد الٰہی کا علم امارات ودلائل سے مستخرج ہوتا ہے اور حکمت اس میں یہ ہے کہ اللہ تعالی نے چاہا کہ اس کے بندے اس کی کتاب میں غور وفکر کریں لہذا اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی تمام آیات کی مراد واضح طور پر بتانے کا حکم نہ دیا۔

اور امام زرکشی نے برہان میں فرمایا جو شخص قرآن میں تفسیر کے حصول کے لیے نظر کرتا ہے اس کے لیے بہت سے مراجع ہیں جن کے اصول چار ہیں، اول وہ تفسیر جو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہو اور یہی پہلا نمایاں طریقہ ہے، لیکن اس میں ضعیف وموضوع سے احتراز واجب ہے اس لیے کہ وہ (ضعیف وموضوع) زیادہ ہے۔

امام سیوطی نے فرمایا: جو ان کی طرف سے صحیح ہے وہ بہت کم ہے بلکہ اس میں اصل موضوع قلت ہی ہے۔اور اسی طرح وہ تفسیر جو صحابہ کرام اور ان کے تابعین نیکو کار سے منقول ہے وہ ان بڑے طوماروں اور ان اقوال کے مقابل کم ہیں جو مختلف راہوں میں چلے گئے اور ان کے لیے کوئی حدیث یا صحابی وتابعی کا قول نہیں، یہ اقوال تو صحابہ وتابعین کے بعد ظاہر ہوئے۔ جب خیالات بسیار ہوئے اور مذاہب میں کشاکش ہوئی تو ہر لغوی ہر نحوی اور ہر عالم بلاغت اور ہر وہ شخص جسے علوم قرآن کی قسموں سے کسی قسم کے علم کی ممارست تھی اس کلام سے کلام عزیز کی تفسیر کرنے لگا جو اس کی سمجھ تک تھا اور جس کی طرف اس کی نظر پہنچی۔ پھر لوگ رواں دواں اقوال کو جمع کرنے کے شائق ہوئے تو جو انہوں نے پایا اسے نقل کر دیا اور تحقیق کم کی تو اسی سے اقوال کی کثرت اور حق کی ناحق سے آمیزش آئی۔

(فتاویٰ رضویہ، ج:28،ص:532_534)

(۲) تفسیر قرآن میں علم حدیث اور اس کے اسناد کی کیا حیثیت واہمیت ہے؟ اس تعلق سے قلمِ امام لکھتا ہے:

"قلت وهذه معالم التنزليل للإمام البغوى مع سلامة حالها بالنسبة إلى كثير من التفاسير المتداولة ودنوها إلى المشرع الحديثى يحتوى على قناطيرمقنطرة من الضعاف والشواذ والواهيات المنكرة و كثيرا ما تدور أسانيدها على هؤلاء المذكورين بالضعف والجرح كالثعلبى والواحدى والكلبى والسدى ومقاتل وغيرهم ممن قصصنا عليك أو لم نقصص فماظنك بالذين لاإعتناء لهم بعلم الحديث ولاإقتدار على نقد الطيب من الخبيث كالقاضى البيضاوى وغيره ممن يحذو حذوه، فلا تسئل عما عندهم من أباطيل لازمام لها ولاخطام دع عنك هذا ياليتهم اقتصروا على ذلك لكن بعضهم تعدوا ماهنالك وسلكوا مسالك تجر إلى مهالك فأدلجوا فى تفسير القرآن ماتقف له الشعر وتنكره القلوب وتمجه الأذن إذ قرر واقصص الأنبياء الكرام والملئكة العظام عليهم الصلوة والسلام بما ينقض عصمتهم وينقص أو يزيل عن قلوب الجهال عظمتهم كما يظهر على ذلك من راجع قصة أدم وحواء وداؤد و أوريا وسليمان والجسد الملقى والإلقاء فى الامنية والغرانقة العلى وهاروت و ماروت وما ببابل جرى فبالله التعوذ واليه المشتكى فأصابهم فى ذلك ما أصاب أهل السير والملاحم فى نقل مشاجرات الصحابة،إذجاء كثير منها مناقضا للدين وموهنا لليقين وازدار دخنا على وخن وهنات على هنات إن اطلع على كلامهم بعض من ليس عنده آثارة من علم ولامتانة من حلم فضل وأضل أما اغترارا بكلماتهم جهلا منه بما فيه من الوبال البعيد والنكال الشديد وأما ظلما وعلوا لاجتراء ه بذلك على إبانة مافى قلبه المرض من تنقيص

الأنبياء وتفسيق الأولياء فمضى عليه الكبير و نشاء عليه الصغير فاختل دين كثير من الناقصين وصاروا شرا من العوام العامين إذ لم يقدروا على مطالعتها فنجوا عن فتنتها وقد بذل علماءنا النصح للثقلين فشددوا النكير على كلا الفريقين أعني التفاسير والوهية والسير الداهية فأعلنوا إنكارها و بينوا عوارها كالقاضي في الشفاء والقاري في الشرح والخفاجي في النسيم والقسطلاني في المواهب والزرقاني في الشرح والشيخ في المدارج وغيرهم في غيرها رحمة الله عليهم اجمعين، والحمدلله رب العالمين، ولقد الأن القول أبوحيان إذ قال كما نقل الإمام السيوطي أن المفسرين ذكروا ما لايصح من أسباب نزول و أحاديث في الفضائل و حكايات لاتناسب وتواريخ إسرائيلية ولاينبغي ذكر هذا في علم التفسير۔"

ترجمہ: ''میں کہوں گا اور یہ معالم التنزیل ہے جو امام بغوی کی تصنیف ہے، باوصف یہ کہ بہت سی رائج تفسیروں کے مقابل غلطیوں سے محفوظ ہے اور طرف حدیث سے قریب ہے بہت ضعیف و شاذ اور واہی منکر روایتوں پر مشتمل ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے اس کی روایت کی سندیں ان پر دورہ کرتی ہیں جن کا نام ضعف و جرح کے ساتھ لیا جاتا ہے جیسے ثعلبی، واحدی، کلبی، سدی اور مقاتل وغیرہم جن کا ہم نے تم سے بیان کیا اور جن کا بیان نہ کیا تو تمہارا گمان ان کے ساتھ کیسا ہے جنہیں علم حدیث کا اہتمام نہیں اور ستھرے کو میلے سے الگ کرنے کی قدرت نہیں جیسے قاضی بیضاوی اور ان کے علاوہ جو بیضاوی کے طریقہ پر چلتے ہیں، تو ان کے پاس ان باطل اقوال کا حال نہ پوچھو جن کے لئے نہ لگام ہے نہ بندش کی رسی، اس خیال کو اپنے سے دور رہنے دو، کاش یہ لوگ اسی پر بس کرتے، مگر ان میں سے کچھ لوگ اس سے آگے بڑھے اور ایسے رستے چلے جو ہلاکتوں کی طرف کھینچ کرلے جائیں تو انہوں نے قرآن کی تفسیر میں ایسی باتیں داخل کردیں جن سے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں اور دل انہیں ناپسند کرتے اور کان انہیں پھینکتے ہیں اس لیے انبیاے کرام وملائکہ عظام کے قصوں میں ایسی باتوں کو مقرر رکھا جن سے اس کی عصمت نہیں رہتی اور جاہلوں کے دل میں ان کی عظمت کم ہوجاتی ہے یا زائل ہوجاتی ہے۔ چناں چہ یہ بات آدم علیہ السلام و

حوا علیہا السلام و داؤد علیہ السلام اور یا اور سلیمان علیہ السلام اور ان کی کرسی پر پڑے ہوئے جسم اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تلاوت کے دوران شیطان کے القاء اورغرانیق علٰی کے واقعات اور ہاروت وماروت اور بابل کا ماجرا کا مطالعہ کرنے والے پر ظاہر ہےتو اللہ ہی کی پناہ اور اسی سے ان کی شکایت ہےتو ان کو ان باتوں سے وہ مرض لگا جو مصنفین واقعات سیرت ومغازی کوصحابہ کے اختلافات کونقل کرنے سے لگا اس لیے کہ بہت باتیں دین کے مخالف اور ایمان کو کمزو کرنے والی ان لوگوں سے ظاہر ہوئیں اور فساد پر فساد اور خطاؤں پر خطائیں یوں بڑھ گئیں کہ ان لوگوں کے کلام کی اطلاع کچھ ان لوگوں کو ہوگئی جن کے پاس نہ کچھ بچا کھچا علم تھا نہ عقل کی پختگی ،تو وہ خود گمراہ ہوئے اور اوروں کو گمراہ کیا یا تو ان کے کلمات سے دھوکا کر اس کے وبال شدید وسخت عذاب سے بے خبری میں یاظلم وسرکشی کی وجہ اسے اس لیے کہ ان باتوں سے انہیں اس کے اظہار کی جرات ہوئی جو انبیا کی تنقیص اور اولیا کی تفسیق ان کے دل میں تھی تو اس پر بڑے گزرے اور چھوٹے پروان چڑھے اور یہ عامی لوگوں سے بدتر ہوگئے کہ عامیوں کو ان کتابوں کے مطالعہ کی قدرت نہ تھی تو وہ ان کے فتنہ سے بچے رہے اور بے شک ہمارے علما نے دونوں فریقوں کو بھر پور نصیحت کی چناں چہ انہوں نے دونوں فریق کی سخت مذمت کی یعنی واہی تفاسیر اور سیرت کی ناپسندیدہ کتابوں کی تو انہوں نے ان کتابوں کا ناپسندیدہ ہونا ظاہر کیا اور ان کا عیب کھولا جیسے علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے شفا میں اور علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں اور علامہ قسطلانی نے مواہب میں اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں اور علامہ قاری نے شرح شفا میں اور شیخ (محقق عبد الحق محدث دہلوی) نے مدارج میں اور دوسروں نے دوسری تصانیف میں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

والحمد للہ رب العلمینا ور یقیناً ابوحیان نے بات کوسہل ونرم کیا کہ انہوں نے کہا جیسا کہ امام سیوطی نے نقل کیا کہ مفسرین نے ایسے اسباب نزول اور فضائل میں وہ حدیثیں ثابت نہیں اور نامناسب حکایات اور تواریخ اسرائیل کو ذکر کیا ہے حالاں کہ اس کا ذکر تفسیر میں مناسب نہیں۔

(فتاویٰ رضویہ،ج:۲۸،ص:541_543)

(۳) قرآنی لفظ یا آیت کے کئی معانی ہوتے ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو قبول کرنا یا رد کرنا تفسیر بالرائی سے تو نہیں ہوگا ؟ اس تعلق سے رہنمائی کرتے ہوئے امام لکھتے ہیں :

”ولقد علمت أن أكثر هذا الداء العضال إنما دخل التفاسير من

باب الإعضال وفي أمثال تلك المحال إذا لم يعرف السند يؤل الأمر إلى نقد المقال فما كان منها يناضل النصوص ويرد المنصوص أو فيه إزراء بالرسل والأنبياء أو غير ذلك مما لا يحتمل علمنا أنه قول مغسول وإن كان بريئا من الأفات نقيا من العاهات قبلناه على تفاوت عظيم بين قبول وقبول وليس هذا من باب ما نهينا عنه من الإجتراء على التفسير بالأراء ومعاذ الله أن نجترى عليه فإن علم التفسير أشد عسير ويحتاج فيه إلى ما ليس بحاصل ولا ميسر كما قد فصل بعضه العلامة السيوطى رحمة الله تعالى عليه و كذلك إذا أتانا منها مافيه العدول عن ظاهر المدلول و صح ذلل عمن لا يسعنا خلافه أو كانت هناك خلة لا تنسد إلابه تعين القبول و إلا فدلالة كلام الله تبارك وتعالى أحق بالتعويل من قال وقيل هذا الذى قصد فلا تنقص ولا تزد"۔

ترجمہ: ''اور یقیناً تمہیں معلوم ہے کہ اس لاعلاج مرض کا بیشتر حصہ تفاسیر میں جہالت سند کے دروازہ سے گھسا اور ایسے مقامات میں جب سند معروف نہ ہو مآل کار بات کو پرکھنا ہے تو جو بات نصوص سے ٹکراتی اور منصوص کو رد کرتی ہو یا اس میں رسل وانبیا کی تنقیص ہو یا اور کوئی بات جو قابل قبول نہ ہو ہم جان لیں گے کہ یہ قول دھو دینے کے قابل ہے اور اگر خرابیوں سے بری، علتوں سے پاک ہو ہم اسے قبول کرلیں گے باوجودے کہ اسے قبول کرنے میں اور دوسرے قول کو قبول کرنے میں عظیم تفاوت ہے اور تفسیر بالرائے کے باب سے نہیں ہے جس سے ہمیں روکا گیا، اور اللہ کی پناہ اس سے کہ ہم اس پر جرات کریں اس لیے کہ علم تفسیر سخت دشوار ہے اور اس میں اس کی حاجت ہے جو ہمیں حاصل نہیں اور نہ اس کا حاصل ہونا آسان ہے جیسا کہ ان علوم ضروریہ میں سے بعض کی تفصیل علامہ سیوطی نے فرمائی ہے اور یونہی جب ہمیں ان میں کوئی قول ایسا پہنچے جس میں ظاہر معنی سے عدول ہو اور وہ اس سے ثابت ہو جس کا خلاف ہمیں نہیں پہنچتا یا کوئی حاجت ہو جو ظاہر سے عدول کے بغیر پوری نہ ہو تو اسے قبول کرنا متعین ہے ورنہ کلام الٰہی کی دلالت قیل وقال سے اعتماد کی زیادہ حق دار ہے یہی ہمارا مقصود ہے تو اس سے نہ کم کرو نہ زیادہ۔ (ایضاً ص:547،548)

(۴) ظاہر ہے کہ جب ایک آیت یا کسی قرآنی لفظ کے معانی و مفاہیم میں مختلف اقوال وارد ہوتے ہیں تو ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ آخر ایسا کیوں ہوتا ہے جب کہ کہ لفظ یا آیت ایک ہی ہے؟ اس کے جواب میں امام اہل سنت اصول تفسیر بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

"أنبانا المولى السراج عن المفتي الجمال عن السنة السندى عن الشيخ صالح عن محمد بن السنة وسليمان الدرعى عن الشريف محمد بن عبدالله عن السراج بن الالجائى عن البدر الكرخى والشمس العلقمى كلهم عن الإمام جلال الملة و الدين السيوطى قال فى الإتقان ناقلا عن ابن تيمية الخلاف بين السلف فى التفسير قليل وغالب مايصح عنهم من الخلاف يرجع إلى إختلاف تنوع الإختلاف تضاد. وذلك صنفان:

أحدهما أن يعبر واحد منهم عن المراد بعبارة غير عبارة صاحبه تدل على معنى فى المسمى غير المعنى الأخر من إتحاد المسمى كتفسير هم الصراط المستقيم " بعض بالقرآن أى إتباعه وبعض بالإسلام فالقولان متفقان لان دين الإسلام هو إتباع القرآن ولكن كل منها نبه على وصف غير الوصف الأخر كما أن لفظ الصراط يشعر بوصف ثالث، و كذلك قول من قال هو السنة والجماعة وقول من قال هو طريق العبودية وقول من قال هو طاعة الله ورسوله و أمثال ذلك، فهؤلاء كلهم أشاروا إلى ذات واحدة ولكن وصفها كل منهم بصفة من صفاتها.

الثانى أن يذكر كل منهم من الإسم العام بعض أنواعه على سبيل التمثيل وتنبيه المستمع على النوع، لا على سبيل الحد المطابق للمحدود فى عمومه و خصوصه مثاله مانقل فى قوله تعالى ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا الأية فمعلوم أن الظالم لنفسه يتناول المضيع للواجبات والمنتهك للحرمات والمقتصد يتناول فاعل الواجبات وتارك المحرمات ،

والسابق يدخل فيه من سبق فتقرب بالحسنات مع الواجبات فالمقتصدون أصحاب اليمين والسابقون السابقون أولئك المقربون، ثم إن كلا منهم يذكر هذا فی نوع من أنواع الطاعات كقول القائل السابق الذی يصلی فی أول الوقت، و المقتصد الذی يصلی فی أثنائه والظالم لنفسه الذی يؤخر العصر إلى الإصفرار أو يقول السابق المحسن بالصدقة مع الزكوة ، والمقتصد الذی يؤدی الزكاة المفروضة فقط، والظالم مانع الزكوة.

وعن الزركشی "ربما يحكی عنهم عبارات مختلفة الألفاظ فيظن من لا فهم عنده أن ذلك إختلاف محقق فيحكيه أقوالا و ليس كذلك بل يكون كل واحد منهم ذكر معنی من الاٰية لكونه أظهر عنده أو أليق بحال السائل وقد يكون بعضهم يخبر عن الشیئ بلازمه ونظيره والاٰخر بمقصوده وثمرته والكل يؤل إلى معنی واحد غالبا.

وعن البغوی والكواشی وغيرهما التاويل صرف الاٰية إلى معنی موافق لما قبلها وبعدها تحتمله الاٰية غير مخالف للكتاب والسنة من طريق الإستنباط غير محظور على العلماء بالتفسير كقوله تعالی " اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا " قيل شبابا وشيوخا ، وقيل أغنياء وفقراء، قيل عزابا ومتاهلين، وقيل نشاطا وغير نشاط وقيل أصحاء ومرضی وكل ذلك سائغ والاٰية تحتمله الخ، وهذا فصل عميق بعيد لو فصلنا فيه الكلام خرج بناء عما نحن بصدده من المراد، فيما أوردناه كفاية الأولی الأحلام لاسيما من له إجالة نظر فی كلمات المفسرين وتمسكات العلماء بالقرآن المبين۔"

ترجمہ: ''ان میں سے ایک صنف یہ کہ ان لوگوں میں سے کوئی اپنی مراد کی تعبیر ایک عبارت سے کرے جو اس کے ساتھی کی عبارت سے جدا گانہ ہو اور معنی ایک ہو جیسے

علمانے الصراط المستقیم کی تفسیر کی۔ کسی نے قرآن کہا یعنی قرآن کی پیروی اور کسی نے اسلام تو یہ دونوں قول ایک دوسرے کے موافق ہیں اس لیے کہ دین اسلام تو قرآن کی پیروی ہے۔ لیکن ان دونوں نے ایک دوسرے کے وصف سے جدا ایک وصف پر متنبہ کیا جیسے کہ لفظ صراط تیسرے وصف کی خبر دیتا ہے اسی طرح اس کی بات جس نے یہ کہا تھا کہ صراط مستقیم مسلک اہل سنت و جماعت ہے اور اس کی بات جس نے کہا کہ وہ طریق بندگی ہے اور اس کا قول جو بولا کہ وہ اللہ و رسول (جل وعلا وصلی اللہ تعالی علیہ وسلم) کی اطاعت ہے اور جیسے اس طرح کے دوسرے اقوال اس لیے کہ ان سب نے ایک ذات کی طرف رہنمائی کی لیکن ہر ایک نے اس کی ایک صفت اس کی صفات سے بیان کر دی۔

دوسری صنف یہ ہے کہ ہر عالم لفظ عام کی کوئی قسم مثال کے اوپر ذکر کرے اور مخالف کو اس نوع پر متنبہ کرے اور اس نوع کو ذکر کرنا ذات کے عموم وخصوص میں ذات کی حد تام وتعریف تمام کے طور پر نہ ہو وہ جو اللہ تعالی کے قول **ثُمَّ اَوۡرَثۡنَا الۡكِتٰبَ الَّذِيۡنَ اصۡطَفَيۡنَا** الایۃ ی تفسیر میں منقول ہوا اس لیے کہ معلوم ہے کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس کو شامل ہے جو واجبات کو ضائع کرے اور حرمتوں کو توڑے اور مقتصد واجبات کی تعمیل اور محرمات کو ترک کرنے والے کو شامل ہے اور سابق میں وہ داخل ہے جو سبقت کرے تو واجبات کے ساتھ حسنات سے اللہ کی قربت حاصل کرے تو مقتصد لوگ داہنے ہاتھ والے ہیں اور سابق سابق ہیں وہی اللہ کے مقرب ہیں پھر ان میں سے ہر عالم اس مثال کو انواع عبادات میں سے کسی قسم میں ذکر کرتا ہے جیسے کسی نے کہا: سابق وہ ہے جو اول وقت میں نماز پڑھے اور مقتصد وہ ہے جو درمیان وقت میں پڑھے اور ظالم وہ ہے جو عصر کو سورج زرد ہونے تک مؤخر کر دے، اور کوئی کہے، سابق وہ ہے جو صدقہ نفل زکوۃ کے ساتھ دے کر نیکی کرے، اور مقتصد وہ ہے جو صرف زکوۃ فرض دے، اور ظالم وہ ہے جو زکوۃ دنہ دے۔

اور سیوطی نے زرکشی سے نقل کیا بسا اوقات علما سے مختلف عبارتیں منقول ہوتی ہیں تو جو فہم نہیں رکھتا یہ گمان کرتا ہے کہ یہ اختلاف حقیقی ہے تو وہ اس کو کوئی قول بنا کر حکایت کرتا ہے، حالاں کہ بات یوں نہیں، بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ہر عالم آیت کا ایک معنی ذکر کرتا ہے اس لیے کہ وہ اس کے نزدیک ظاہر تر یا حال سائل کے زیادہ شایاں ہوتا ہے اور کبھی کوئی عالم شے کا لازم یا اس کی نظیر بتاتا ہے اور دوسرا اس کا مقصود وثمرہ بتاتا ہے اور اکثر سب کا بیان ایک ہی معنی کی طرف لوٹتا ہے۔

اور سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بغوی وکواشی وغیر ہما سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ تاویل براہ استنباط آیت کو ایسے معنی کی طرف پھیرنا ہے جو اس کی اگلی آمد پچھلی آیت کے موافق ہو، اور آیت اس کا احتمال رکھتی ہو اور وہ معنی کتاب وسنت کے مخالف نہ ہو، ایسی تاویل ان لوگوں کو منع نہیں جنہیں تفسیر کا علم ہے، جیسے اللہ تعالی کے قول ''اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا'' (یعنی کوچ کرو ہلکی جان سے چاہے بھاری دل سے) میں کسی نے کہا: بوڑھے اور جوان اور کسی نے کہا غنی وفقیر، اور کسی کا قول ہے۔ شادی شدہ اور مجرد اور کسی کا قول ہے: چست وسست اور کسی نے کہا: صحت مند و بیمار (یعنی یہ سب کوچ کریں) اور یہ تمام وجوہ بنتی ہیں اور آیت سب کی محتمل ہے اور یہ فصل وسیع وعریض ہے اگر ہم اس میں مفصل کلام کریں تو وہ کلام ہمیں ہمارے اس مقصود سے باہر کردے گا جس کے ہم درپے ہیں، اور جو ہم نے ذکر کیا اس میں سمجھ والوں اور ان کے لیے جن کی نظر کلمات مفسرین اور علما کے قرآن سے تمسکات میں رواں ہے، کفایت ہے۔ (ایضاً ص:552۔555)

اعلیٰ حضرت کی تفسیری خدمات : اہل علم ودانش کی نظر میں: اب اخیر میں فن تفسیر میں امام اہل سنت کے رسوخ کامل اور اس فن میں آپ کی خدمات سے متعلق ارباب علم ودانش کے تاثرات نقل کیے جاتے ہیں۔

"اس وقت فقیر کا موضوع سخن فن تفسیر ہے واضح کروں گا کہ آپ اس فن کے بھی مسلم امام ہیں اگرچہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے پورے قرآن پاک کی کوئی تفسیر نہیں لکھی لیکن حق یہ ہے کہ اگر آپ کی تصانیف کا بالاستیعاب مطالعہ کرکے تفسیری عبارات جمع کیے جائیں تو ایک مبسوط تفسیر معرض وجود میں آسکتی"۔ (فیض الحمد اویسی)

"امام احمد رضا قادری تفسیر قرآن پر گہری نظر رکھتے تھے شاید قرآن کی ایسی کوئی آیت ہو جس کی آپ نے تفسیر نہ فرمائی ہو۔ آپ کی ایک ہزار سے زائد کتب اس سے بھری ہوئی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کی کتاب "تفسیر ابن عباس" وہ کتاب ہے جو آپ نے نہیں لکھی تھی، بلکہ آپ سے مروی تفاسیر کو جمع کر دیا گیا تھا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو اس کتاب تفسیر کی وجہ سے ترجمان القرآن نہیں کہا جاتا؛ تو ثابت ہوا کہ مفسر قرآن ہونے کے لیے مصنف کاتبِ تفسیر ہونا ضروری نہیں۔ امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے متعدد آیات کی تفاسیر لکھیں اور متعدد آیات کی تطابیق ذکر فرمائیں۔ آپ نے ان تطابیق میں سیر حاصل بحث فرمائی۔''

(سال نامہ معارف رضا ۲۰۰۶ء، ص: ۲۰ مفتی منظور احمد سعیدی)

''ان شہادتوں سے اظہر من الشمس ہو جاتا ہے کہ امام احمد رضا کی علوم قرآن پر گہری

نظر تھی اور تفسیر قرآن میں امتیازی مقام حاصل تھا جس شخص کی نگاہ اتنی عمیق ہو پھر اس کو اس فن میں قلیل البضاعۃ کہنا حقیقت سے کوسوں دور کی بات ہے۔

ماہرین فن نے اس (کنز الایمان) ترجمہ کا مستند تفاسیر سے مقابلہ کیا تو عین مطابق پایا۔ تقدیس الوہیت اور ناموس رسالت کا ترجمان پایا۔ قرآنی حقائق ومعارف کا آئینہ بتایا لیکن عناد پسند طبیعتیں علوم قرآن سے تہی دامن ہی سمجھتی رہیں۔

اس موضوع کے تعلق سے اہل علم نے بہت کچھ لکھا ہے۔ میں (علامہ حنیف خان رضوی) اس تفصیل میں نہ جا کر چند مثالیں ان (اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے علوم قرآن پر گہری نظر اور تفسیری معلومات میں رسوخ کامل سے متعلق پیش کر رہا ہوں۔'' (سال نامہ معارف رضا ۲۰۰۵ء، ص: ۲۴)

''فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز نے قرآن مجید کی کوئی مستقل تفسیر نہیں لکھی اس کی وجہ یہ ہے کہ دیگر ضروری دینی امور ایسے تھے جن پر کام کرنا از حد ضروری تھا مگر اہم تفاسیر پر آپ نے جو محققانہ حواشی قلم بند کیے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ فن تفسیر میں بھی آپ یگانۂ روزگار تھے''۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ رضویہ، ص: ۴۴۹)

> ''جماعت صحابہ کے بعد ان کے فیض یافتہ تابعین پھر تبع تابعین کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اس مقدس خدمت کو انجام دیا اور ان کے بعد یہ سلسلہ یوں ہی بڑھتا رہا اور بے شمار علمائے عظام نے حسبِ ضرورت تفاسیر لکھیں۔ اسی مبارک کارواں کے ایک عظیم فرد چودہویں صدی کے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں۔

آپ کو جن علوم وفنون میں کامل دسترس اور حیرت انگیز تبحر حاصل تھا، ان کی تعداد ۵۴/ سے متجاوز ہوتی ہے۔

انہی علوم میں سے علم تفسیر بھی ہے، آپ کو اس علم میں بھی غیر معمولی قابلیت و براعت کاملہ ومہارت تامہ حاصل تھی اور آپ نے اس علم میں بھی عظیم القدر تصنیفات کا سرمایہ قوم کو عطا فرمایا ہے۔'' (معارف رضا ۲۰۰۳ء، ص: ۱۴)

''یہ ایمان پرور ترجمہ عشقِ رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے مگر جس طرح نظم قرآن تک رسائی ہر کس و ناکس کا کام نہیں ہے، راسخین فی العلم کا حصہ ہے اسی طرح کنز الایمان کے مطالب و مفاہیم پر کما حقہ دسترس بھی ہر عام و خاص کا کام نہیں، علوم وفنون کے ماہرین کا حق ہے۔ اس لیے ضرورت تھی ایک ایسی تفسیر وتوضیح کی جس سے اس تنگی وقت اور قلت

فرصت کے زمانے میں عوام وخواص دونوں بقدر ظرف مستفید ہوتے۔اس لیے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے خود ہی اس کا بیڑا اٹھایا اور کنز الایمان پر توضیحی حواشی لکھنا شروع کیے۔
ان حواشی کا ایک مختصر سا ابتدائی حصہ مجھے (فقیہ النفس مفتی مطیع الرحمٰن رضوی مضطر صاحب قبلہ) بریلی شریف کے ایک ناگفتہ بہ مقام سے ملا ، یہ نہیں کہ سکتا کہ حاشیہ کے اس (تفسیرِ سورۂ فاتحہ و بقرہ کے) مقام تک پہنچ کر دوسری اہم دینی ضرورتوں نے امام احمد رضا کو عنانِ قلم اپنی طرف منعطف کر دینے پر مجبور کر دیا اور اس طرح یہ توضیحی حواشی تشنۂ تکمیل رہ گئے یا پھر امام احمد رضا کی دوسری بہت سی اہم تصانیف کے ساتھ ساتھ اس کے باقی حصے بھی دست برد زمانہ کی نذر ہو گئے۔کنز الایمان کے یہ توضیحی حواشی اگر چہ ناتمام اور سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ کی محض چند آیات پر مشتمل ہیں پھر بھی اس کی اہمیت وافادیت سے صرف نظر ممکن نہیں"۔

(سال نامہ معارف رضا 1997ء،ص:20)

''میرا موضوع بشریتِ مصطفیٰ کے حوالے سے امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور دیگر مفسرین کی تفسیرات کا تقابلی مطالعہ ہے۔ اس سلسلہ میں پہلے آیت کریمہ پھر دیگر مترجمین ومفسرین کی تفسیرات اور آخر میں امام احمد رضا کی تفسیرات پیش کی جا رہی ہیں ، قارئین اس سے بخوبی اندازہ لگا لیں گے ان تمام مفسرین میں امام احمد رضا کا مقام و مرتبہ کتنا بلند و برتر اور ان کی تفسیر معتمد تفاسیر سے کتنا قریب تر بلکہ اس کے مطابق ہے"۔(ایضاً،ص:۶۷۲)

محمد عطاء النبی حسینی مصباحی ابو العلائی
مدیر سہ ماہی "سنی پیغام" نیپال

ادارہ کی دیگر کتب